بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجودہ تکفیری شور و غوغا پر ایک فیصلہ کن تحریر

تکفیر مسلم پر تحقیقی نظر

تالیف

علامہ عبد الحق رضوی

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

ناشر

دار العلوم قادریہ گلشن برکات

انٹیا تھوک، ضلع گونڈہ، یوپی، انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجودہ تکفیری شور وغوغا پر ایک فیصلہ کن تحریر

تکفیرِ مسلم پر تحقیقی نظر

تالیف:

علامہ عبد الحق رضوی

استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور

ناشر

دار العلوم قادریہ گلشن برکات

انٹیاتھوک، ضلع گونڈہ، یوپی، انڈیا

نام کتاب	:	**تکفیر مسلم پر تحقیقی نظر**
مؤلف	:	**علامہ عبدالحق رضوی**، استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور
سن اشاعت	:	۱۴۳۶ھ/۲۰۱۵ء
صفحات	:	۸۰
ناشر	:	**دار العلوم قادریہ گلشن برکات**، انٹیا تھوک، گونڈہ، یوپی، انڈیا
قیمت	:	۲۵؍روپے

ملنے کے پتے:

(۱) دار العلوم قادریہ گلشن برکات، انٹیا تھوک، گونڈہ، یوپی، انڈیا

(۲) D4، ٹیچر کالونی، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ

شرف انتساب

نور العارفین، سراج السالکین، سید الشاہ
ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ، مارہرہ شریف

مجدد اعظم، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت، الشاہ
احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ، بریلی شریف

آقاے نعمت، تاج دار اہل سنت، سیدی و مرشدی، مفتی اعظم ہند
مصطفیٰ رضا نوری علیہ الرحمہ، بریلی شریف

استاذ العلما، جلالۃ العلم، ابوالفیض، حافظ ملت
علامہ الشاہ **عبدالعزیز** علیہ الرحمہ، بانی الجامعۃ الاشرفیہ

فقیہ اعظم ہند، شارح بخاری، علامہ
مفتی **محمد شریف الحق** امجدی علیہ الرحمہ، گھوسی

ع زِ چشم آستیں بردار و گوہر را تماشا کن

عبدالحق رضوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِداً وَّ مُصَلِّیاً وَ مُسَلِّماً

فروری ۲۰۱۵ء میں ناگ پور سے ایک ایسی تقریر پر تکفیر کی مہم جاری ہوئی ہے جو تقریباً بارہ سال پہلے گجرات میں ہوئی تھی۔ اور خطیب ایسا شخص ہے جس سے مکفرین کو سخت عداوت ہے۔ ہم آج کے خطبا کو ''بے گناہ'' نہیں مانتے مگر بے وجہِ روشن کسی مسلم کی تکفیر بھی روا نہیں رکھتے۔

تکفیر مسلم بڑا اہم، پر خطر اور نازک ترین مسئلہ ہے، اس پر قلم اٹھانے سے پہلے کامل غور و خوض اور پوری طرح تحقیق کر لینی چاہیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کی بے جا طرفداری اور حمایت یا ذاتی رنجش اور بغض و حسد اور اپنی انا کی تسکین کے لیے اپنا اور اپنے جملہ حاشیہ برداروں کا ٹھکانا جہنم میں بنالیں اور ارشاد رسول ﷺ "أجرؤكم على الفتيا أجرؤكم على النار"(تم میں جو فتویٰ دینے پر زیادہ جری ہے وہ آتش دوزخ پر زیادہ جرأت رکھتا ہے) کے مصداق بن جائیں۔ موجودہ تکفیری و تضلیلی مہم پر کچھ گفتگو سے پہلے چند تمہیدی مقدمات ہدیۂ ناظرین ہیں۔

أقول و إلى ربي أتضرع لهداية الحق والصواب ، اللهم أرنا الحق حقًا و الباطل باطلًا. رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ .

① مقدمۂ اولیٰ:

ایمان کی تعریف : اصطلاح شریعت میں تمام ضروریات دین کو دل سے

سچ ماننے اور زبان سے ان کی سچائی کے اقرار کرنے کو ایمان کہتے ہیں۔

ضروریات دین :ایمان کی تعریف میں جو ضروریات دین کا لفظ آیا ہے اس سے مراد وہ دینی باتیں ہیں جن کا دین سے ہونا ایسی قطعی یقینی دلیل سے ثابت ہو جس میں ذرہ برابر شبہہ نہ ہو اور ان کا دینی بات ہونا ہر خاص وعام کو معلوم ہو۔ خواص سے مراد علما ہیں اور عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو عالم نہیں مگر علما کی صحبت میں رہتے ہوں۔

وہ دینی باتیں جن کا دینی بات ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثبوت قطعی نہیں تو وہ ضروریات دین سے نہیں مثلاً عذاب قبر، وزنِ اعمال۔ یوں ہی وہ باتیں جن کا ثبوت قطعی ہے مگر ان کا دین سے ہونا عوام وخواص سب کو معلوم نہیں تو وہ بھی ضروریاتِ دین سے نہیں۔ جیسے صلبی بیٹیوں کے ساتھ اگر پوتی ہو تو پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا۔

جن دینی باتوں کا ثبوت قطعی ہو اور وہ ضروریات دین سے نہ ہوں ان کا منکر اگر اس کے ثبوت کے قطعی ہونے کو نہ جانتا ہو تو اسے بتایا جائے بتانے پر اگر حق مانے تو مسلمان۔ اور بتانے کے بعد بھی اگر انکار کرے تو کافر۔ (شامی ج ۲، ص ۲۰۹)

وہ باتیں جن کا دین سے ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثبوت قطعی نہیں ان کا منکر کافر نہیں اگر یہ باتیں ضروریات اہل سنت سے ہوں تو گمراہ اور اگر اس سے بھی نہ ہوں تو خاطی۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"بلکہ مذہب معتمد ومحقق میں استحلال بھی علی اطلاقہ کفر نہیں جب تک زنا یا شربِ خمر یا ترک صلاۃ کی طرح اس کی حرمت ضروریات دین سے نہ ہو غرض ضروریات کے سوا کسی شے کا انکار کفر نہیں اگرچہ ثابت بالقواطع ہو کہ عند التحقیق آدمی کو اسلام سے خارج نہیں کرتا، مگر انکار اس کا جس کی تصدیق نے اسے دائرۂ اسلام میں داخل کیا تھا اور وہ

نہیں مگر ضروریات دین کما حققه العلماء المحققون من الأئمة المتکلمین۔ و لہذا خلافت خلفاے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا منکر مذہب تحقیق میں کافر نہیں، حالاں کہ اس کی حقانیت بالیقین قطعیات سے ثابت۔

اقول و باللہ التوفیق اگرچہ کفر "تکذیب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی بعض ما جاء به من عند ربه جل و علا" کا نام ہے۔ اور تکذیب صفت قلب مگر جس طرح اقوال مکفّرہ اس تکذیب پر علامت ہوتے اور ان کی بنا پر حکم کفر دیا جاتا یوں ہی بعض افعال بھی اس کی امارت اور حکم تکفیر کے باعث ہوتے ہیں۔ کإلقاء المصحف في القاذورات و السجود للصنم و قتل النبي و الزنا بحضرته و کشف العورة عند الأذان و قراءة القرآن علی جهة الاستخفاف و کل ما دلّ علی الاستهزاء بالشرع أو الازدراء به۔

یہ حکم اس اجماع کا منافی نہیں ہو سکتا کہ نفس فعل من حیث هو هو مبناے تکفیر نہیں بلکہ من حیث کونه علما علی الجحود الباطني و التکذیب القلبي. و العیاذُ باللہ تعالیٰ منه۔ (فتاوی رضویہ ج۲/ ص۱۸۸)

کفر التزامی و لزومی کی تحقیق اور وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

سید العالمین محمد رسول اللہ ﷺ جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے ان سب میں ان کی تصدیق کرنا اور سچے دل سے ان کی ایک ایک بات پر یقین لانا ایمان ہے ـــــ اور معاذ اللہ ان میں کسی بات کا جھٹلانا اور اس میں ادنی شک کرنا کفر ـــــ پھر یہ انکار جس سے خدا مجھے اور سب مسلمانوں کو پناہ دے دو طرح ہوتا ہے: لزومی و التزامی۔

التزامی یہ کہ ضروریات دین سے کسی شی کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے۔ اگرچہ نام کفر سے چڑھے اور کمال اسلام کا دعوی کرے۔

کفر التزامی کے یہ معنی نہیں کہ صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرتا ہو، جیسا کہ بعض جہال سمجھتے ہیں۔ یہ اقرار تو بہت طوائف کفار میں بھی نہ پایا جائے گا۔ ہم نے دیکھا ہے بہتیرے ہندو "کافر" کہنے سے چڑھتے ہیں۔ بلکہ اس کے یہ معنی کہ جو انکار اس سے صادر ہوا یا جس بات کا اس نے دعوی کیا وہ بعینہ کفر و مخالف ضروریات دین ہو۔ جیسے طائفہ تالفہ نیاچرہ کا وجودِ ملک و جن و شیطان و آسمان و نار و جنان و معجزات انبیا علیہم الصلاۃ والسلام سے ان معانی پر کہ اہل اسلام کے نزدیک حضور ہادی برحق صلوات اللہ و سلامہ علیہ سے متواتر ہیں انکار کرنا اور اپنی تاویلات باطلہ و توہمات عاطلہ کو لے مرنا ہرگز ہرگز ان تاویلوں کے شوشے انھیں کفر سے نہیں بچائیں گے۔ محبت اسلام و ہمدردی قوم کے جھوٹے دعوے کام نہ آئیں گے۔ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور **لزومی** یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر الی الکفر ہوتی ہے یعنی مآل سخن و لازم حکم کو ترتیب مقدمات و تتمیم تقریبات کرتے لے چلئے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دین کا انکار لازم آئے جیسے روافض کا خلافت حقہ راشدہ خلیفۂ رسول اللہ ﷺ حضرت جناب صدیق اکبر و حضرت جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے انکار کرنا کہ تضلیل جمیع صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی طرف مؤدّی اور وہ قطعًا کفر۔ مگر انھوں نے صراحۃً اس لازم کا اقرار نہ کیا، بلکہ اس سے صاف تحاشی کرتے۔ اور بعض صحابہ یعنی حضرات اہل بیت عظام و غیرہم چند اکابر کرام علی مولاہم و علیہم الصلاۃ و التسلیم کو زبانی دعووں سے اپنا پیشوا بتاتے اور خلافت صدیقی و فاروقی پر ان کے توافق باطنی سے انکار رکھتے ہیں۔ اس قسم کے کفر میں علمائے اہل سنت مختلف ہو گئے جنھوں نے مآل مقال و لازم سخن کی طرف نظر کی حکم کفر فرمایا اور تحقیق یہ ہے کہ کفر نہیں بدعت و بدمذہبی و ضلالت و گمراہی ہے۔ (فتاوی رضویہ ج۶، ص۲۶۶)

② مقدمۂ ثانیہ:

صریح کی دوقسمیں ہیں: صریح متبین اور صریح متعیّن۔

اول ایسا کلام جس کا ظاہر معنی کفر ہے اور اس کی کوئی تاویل قریب نہیں۔ اگر چہ تاویل بعید ہو اس کو صریح متبین کہتے ہیں۔

صریح کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اس میں دوسرے معنی کا قطعًا احتمال نہ ہو جیسا کہ امام ابن ہمام نے فرمایا: "فإن لم يستعمل في غيره فأولى بالصراحة" اگر وہ لفظ دوسرے معنی میں استعمال نہ کیا جائے تو بدرجۂ اولی صریح ہے اس کو صریح متعیّن کہتے ہیں۔

اسی قبیل سے وہ کفری کلام ہے جس کا معنی کفر ہی ہو۔ ظاہر معنی بھی کفر ہے اور خفی معنی بھی کفر ہو۔ نہ اس میں تاویل قریب کی گنجائش ہو نہ بعید کی۔ جیسے یہ کہنا کہ اللہ موجود نہیں۔ اس سے کلام کی دوقسمیں ثابت ہوگئیں: صریح متبین، صریح متعیّن۔ جمہور فقہاے کرام ایسے کلام پر جو کفری معنی میں صریح متبین ہو قائل کو کافر کہتے ہیں۔ کتب فقہ میں سیکڑوں کلمات ایسے مذکور ہیں جو کفری معنی میں صریح متبین ہیں اور فقہا ان کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔

لیکن محققین فقہا و متکلّمین فرماتے ہیں کہ اگر قائل کی نیت معلوم نہیں اور کلام میں کسی تاویل کی گنجائش ہے اگر چہ وہ بعید ہو ہم اسے کافر کہنے سے زبان روکیں گے جس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ حضرات صریح متبین پر تکفیر نہیں فرماتے، ہاں اگر صریح متعیّن ہو تو یہ بھی کافر کہتے ہیں۔

البحر الرائق میں ہے:

و في الخلاصة وغيرها إذا كان في المسألة وجوه توجب التكفير

و وجه واحد يمنع التكفير فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم إلّا إذا صرّح بإرادة موجب الكفر فلا ينفعه التأو يل حينئذ و في التاتارخانية لا يكفر بالمحتمل.

(جلد خامس ص ١٣٤)

خلاصہ وغیرہ میں ہے جب کسی مسئلہ میں کفر کے متعدّد وجوہ ہوں اور ایک وجہ تکفیر سے روکتی ہو تو مفتی پر واجب ہے کہ اسی وجہ کا اعتبار کرے جو تکفیر سے منع کرتی ہو مسلمان کے ساتھ حسن ظن کی بنا پر۔ البتہ جب کفری معنی کے مراد ہونے کی صراحت ہو تو اسے تاویل نفع نہ دے گی۔ اور تتارخانیہ میں ہے کہ محتمل پر تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اسی بنا پر علامہ ابن نجیم نے ان الفاظ کفر کو نقل کرنے کے بعد جن پر فقہا نے قائل کو کافر کہا تھا فرماتے ہیں:

فأكثر ألفاظ التكفير المذكورة لا يفتى بالتكفير بها و لقد ألزمت نفسي أن لا أفتي بشيء منها. (البحر الرائق ج ٥، ص ١٣٥)

تکفیر کے اکثر الفاظ جو مذکور ہوئے ان کے قائل کو کافر ہونے کا فتوی نہ دیا جائے اور میں نے اپنے اوپر یہی لازم کر لیا ہے۔

اب یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ فقہا جب صریح بولتے ہیں تو ان کی مراد صریح متبین ہوتی ہے اور جب فرماتے ہیں کہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے یا تاویل کی گنجائش نہیں تو ان کی مراد تاویل قریب ہوتی ہے۔ اس لیے کہ جب ان کے نزدیک تاویل بعید معتبر نہیں تو اس کا ہونا، نہ ہونا برابر ہے۔ اور ہر شخص کو معلوم ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تاویل بعید بھی نہ ہو۔ لہٰذا "التاو يل في لفظ صراح لا يقبل". میں دیکھا جائے گا کہ یہ کلام اگر روش فقہ

پر ہے تو ان فقہا کے یہ فرمانے کے باوجود کہ ''صریح لفظ میں تاویل مقبول نہیں''۔ عند المتکلّمین تاویل مقبول اور معتبر ہوگی۔ اور یہی محققین فقہا و متکلّمین اور سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مختار اور پسندیدہ مسلک ہے۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

''لزوم والتزام میں فرق ہے، اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات، ہم احتیاط برتیں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔ (سلّ السیوف الہندیہ ص ۲۲)

ناظرین ''ضعیف سا ضعیف احتمال'' کے لفظ پر غور کریں یہ اس بات کی صاف تصریح ہے کہ تکفیر سے کف لسان اس بنا پر ہے کہ اسماعیل دہلوی کے کلمات میں تاویل بعید کی گنجائش ہے۔ اس کا حاصل یہی نکلا کہ محققین فقہا اور جمہور متکلّمین کے مذہب کی بنا پر تکفیر سے زبان روکی۔

خود سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ اپنا مختار مذہب یوں بیان فرمارہے ہیں۔

نعم الراجح عندنا أن لا إكفار إلّا بالالتزام و لا نريد به أن يلتزم كونه كافرا، فإن أحدا من عبدة الأوثان أيضا لا يرضى لنفسه بتسمية الكافر ، و إنما المعنى أن يلتزم إنكار بعض ما هو من ضروريات الدين ، و إن زعم أنه من كملاء المسلمين.

(المستند المعتمد ص ۲۱۳)

ہاں ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ بغیر التزام کفر کے تکفیر نہیں کی جائے گی (یعنی لزوم کفر کی بنیاد پر تکفیر نہیں ہوگی) اور ہم التزام سے یہ نہیں مراد لے رہے ہیں کہ وہ اپنے کافر ہونے کا خود اقرار کرے، اس لیے کہ بت پرستوں میں سے بھی کوئی اپنی

ذات کی طرف کافر ہونے کی نسبت کو پسند نہیں کرتا ہے، اور التزام کا صرف یہی معنی ہے کہ ضروریاتِ دین میں سے کسی بات کا وہ انکار کرے تو کافر ہو جائے گا، اگر چہ وہ اپنے آپ کو کامل مسلمان کہے، لیکن پھر بھی وہ کافر ہی رہے گا۔

ایک دوسرے مقام پر اپنا مسلک مختار یوں ارشاد فرماتے ہیں:

و الحق أن المناط هو تكذيب النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فيما جاء به من عند ربه، فإذا ثبت مجيئه بشيء ضرورة ثبت بإنكاره التكذيب بداهة. و لا نظر إلى غير ذلك فاحفظ و لا تزل.

(المستند المعتمد ۲۱۱)

اور حق یہ ہے کہ تکفیر کا دار و مدار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب پر ہے ان عام چیزوں میں جو آپ اپنے پروردگار کی طرف سے لے کر آئے ہیں پس جب کسی چیز کا لانا بدیہی ضروری طور پر ثابت ہو جائے گا تو اس شی کے انکار سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب بداہۃً ثابت ہو جائے گی۔ اور اگر کسی چیز کا لانا بدیہی ضروری طور پر نہ ثابت ہو تو اس میں تکفیر نہ ہو سکے گی، اس کو اچھی طرح محفوظ کر لو اور پھسلو نہیں۔

ضروریات دین کیا چیز ہے اس کی تعریف کرتے ہوئے اور تکفیر کے لیے ضروریات دین میں سے کسی ضرورتِ دینی کا انکار ہی کفر ہو گا اور اس کے سوا میں تکفیر نہ ہو سکے گی یوں رقم طراز ہیں:

و المحققون لا يكفرون إلّا بإنكار ما علم من الدين ضرورة بحيث يشترك في معرفته الخاص و العام المخالطون للخواصّ، فإن كان المجمع عليه هكذا كفر منكره ، و إلّا لا و لا حاجة عندهم أيضا إلى وجود نص فإن كثيرًا من ضرور يات الدين مما لا نصّ عليه

کما یظھر بمراجعة "الإعلام" وغیرہ.(المستند المعتمد ص ۱۹۵)

اور محققین ضروریات دین میں سے کسی ضرورت دینی ہی کے انکار کی بنا پر تکفیر کرتے ہیں اور ضرورت دینی وہ شئ ہے جس کا دین میں سے ہونا ہر خاص وعام کو معلوم ہو اور عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو علما کی صحبت میں رہتے ہوں تو اگر کوئی اجماعی مسئلہ اس طور پر ہو تو اس کا منکر کافر ہوگا اور اگر کوئی مسئلہ اجماعی ہے لیکن ضروریات دین میں سے نہیں ہے تو اس کا منکر کافر نہ ہوگا اور محققین کے نزدیک کسی شی کے ضروریات میں سے ہونے کے لیے نص کے وجود کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کہ بہت ساری چیزیں ضروریات دین ہیں لیکن ان کے اوپر کوئی نص موجود نہیں جیسا کہ "اعلام" اور اس کے علاوہ دیگر کتب کلامیہ کی مراجعت سے ظاہر ہے۔

(۳) مقدمۂ ثالثہ :

کفر الگ چیز ہے اور تکفیر الگ چیز ہے، بعض اوقات عند اللہ کفر و تکذیب کا تحقق ہو جاتا ہے لیکن کسی عالم اور مفتی کے لیے اس شخص کی تکفیر جائز نہیں ہوتی ہے، ابھی ماقبل میں تفصیل کے ساتھ ہمارے ناظرین یہ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ تکفیر اسی وقت ہوگی جب ضروریات دین میں سے کسی ضرورت دینی کا انکار متحقق ہوگا اور ضرورت دینی کا ثبوت اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ کسی شئ کا ثبوت بدیہی ضروری طور پر حاصل نہ ہو۔ کفر اور اکفار میں جو بنیادی فرق ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں:

أقول: و حق التحقیق ما أشرنا إلیه مرارا من الفرق بین الکفر و الإکفار. فالکفر یتحقق عند الله تعالی بتحقق التکذیب ، أو الاستخفاف، و لا یشترط معه ثبوت أصلا، فضلا عن القطع ،

فضلا عن الضرورة ، والإكفار لا يجوز إلّا إذا تحقق لنا قطعًا أنه مكذب، أو مستخف ، و لا قطع إلّا في الضرور يات، لأنّ في غيرها له أن يقول لم يثبت عندي، أمّا إذا أقرّ الثبوت ثم جحد، فقد علم التكذيب، و لا وجه حينئذ لتوقف في الإكفار، لحصول العلم بوجود المدار، فالحق مع الحنفية على هذا الوجه الذي قررنا ، فاحفظ فإنه مهم. (المستند المعتمد ص ٢١٢)

اور حق تحقیق یہ ہے کہ کفر و اکفار کے درمیان فرق ہے جس کی طرف میں نے بار بار اشارہ کیا تو کفر اللہ تعالیٰ کے نزدیک تکذیب نبی یا استخفاف کی وجہ سے متحقق ہو جاتا ہے اور اس کے لیے قطعًا کسی شرط کی ضرورت نہیں چہ جائے کہ ثبوت قطعی یا ثبوت ضروری کی شرط ہو لیکن تکفیر ہرگز جائز نہیں جب تک کہ ہمارے لیے یقینی طور پر ثابت و متحقق نہ ہو جائے کہ فلاں شخص نبی کریم ﷺ کی تکذیب کرنے والا ہے یا کسی نبی یا مصحف شریف یا کعبہ وغیرہ کی توہین کرنے اور ہلکا جاننے والا ہے، اور ہرگز ثبوت قطعی متحقق نہیں ہو سکتا مگر ضروریات میں اس لیے کہ ضروریات کے علاوہ میں وہ شخص کہہ سکتا ہے کہ یہ چیز میرے نزدیک ثابت نہیں، لیکن جب اس نے ثبوت کا اقرار کر لیا پھر انکار کیا تو تکذیب نبی جان لی گئی اور اس وقت تکفیر میں توقف کے لیے کوئی وجہ باقی نہ رہی کیوں کہ تکفیر کا دار و مدار تکذیب نبی پر تھا جو حاصل ہو گیا تو حق ہمارے حنفیہ کے ساتھ ہے اس طور پر جو ہم نے ثابت کیا اس کو اچھی طرح محفوظ کر لو اس لیے کہ بہت اہم ہے۔

(۴) مقدمۂ رابعہ :

سیدی و مرشدی تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری قدس سرہ اپنی کتاب "الموت الأحمر" کے حاشیہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

"**تحقیق انیق** أقول و بالله التوفیق، یہاں تین چیزیں ہیں، کلام، تکلم، متکلّم۔ ان (تینوں) میں سے جس کسی میں احتمال محتمل قابل قبول پیدا ہو مانع تکفیر شخص ہوگا اگرچہ کفریت قول ثابت ہو، کلام میں احتمال کی صورت تو وہی کہ مقدمہ ۲ر میں گزری، اور تکلم میں احتمال یہ کہ جس کی طرف وہ کلام منسوب ہو اس سے اس کے ثبوت میں تامل ہو تو کلام اگرچہ یقیناً جزماً کفر ہو اس شخص کو کافر نہ کہیں گے کہ اس کا تکلم ثابت نہیں، اور متکلّم میں احتمال یہ کہ اس کلام سے اس کی توبہ و رجوع مسموع ہو، یہ اگر بہ ثبوت قطعی ثابت ہو جب تو ظاہر کہ اس سے تکفیر حرام بلکہ بفتوائے کثیر خود کفر اور ایسا ثبوت ہو کہ متردد کر دے جب بھی قائل کے بارے میں کف لسان درکار اگرچہ قول کفر صریح ناقابل تاویل ہو۔ حدیث کا ارشاد ہے: "کیف وقد قیل" اور اگر نری افواہ بے سروپا کن فیکون کے بعد اس کے بعض ہواخواہوں کا مکابرانہ ادعا ہو تو اس پر التفات نہ ہوگا۔ فاحفظ۔ ۱۲ر منہ (الموت الاحمر، ص:۵۲،۵۳)

آمدم برسر مطلب

میں پہلے اعظمی صاحب کے استفتا میں مذکور تقریر کا پس منظر اور رام کتھا کی پوری تقریر جو کیسٹ کے ذریعہ نقل کی گئی ہے، ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں تا کہ ہمارے قارئین کرام کو اس مسئلہ کے جملہ گوشوں پر خود سے غور و خوض کا موقع فراہم ہو سکے اور پوری تقریر پر گفتگو ہو سکے ـــــ ملاحظہ ہو:

"پہلے تو یہ جاننا چاہیے کہ میں نے یہ تقریر کس مقام پر، کس دور میں، اور کس بنیاد پر کی ـــــ میری یہ تقریر گجرات کے ایک شہر میں ہوئی ہے۔ جب گجرات کے فساد میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا تھا اور ان کی عزت و اَملاک کی بے پناہ بربادی ہوئی تھی مگر

مُراری باپو نے اپنے ”رَن کچھ“ علاقے میں بھرپور وَرک کر کے امن وامان قائم رکھا، اس دیار میں مسلمانوں کی آبادی بہت ہے مگر قتل وغارت گری تو کیا کسی کی نکسیر بھی نہ ٹوٹی۔ انھوں نے ”گاندھی دھام“ گجرات میں رام کتھا کی ایک محفل رکھی جس میں سبھی لوگوں کو مدعو کیا اور اپنے اپنے نقطۂ نظر کے لحاظ سے اظہارِ خیال کی دعوت دی۔ ان دنوں گیارہویں یا بارہویں شریف کے سلسلے میں میرے تقریری پروگرام اسی دیار میں ہو رہے تھے۔ لوگوں نے مجھے بھی دعوت دی اور وہاں کے سنّی مسلمانوں نے زور دیا کہ آپ کو اس پروگرام میں شرکت کر لینی چاہیے۔ مُراری باپو نے یہاں باہمی امن وامان اور رواداری کی بڑی اچھی فضا قائم کی ہے، آپ کی شرکت سے اس میں اور پختگی آئے گی اور مسلمانوں کا بھلا ہوگا۔

ان حضرات کی تحریک پر اُس علاقے اور اُس ماحول کی نزاکت کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ چوں کہ یہ پروگرام ”رام“ کے نام سے منسوب تھا، اس لیے رام کی امن پسندی، صفائی وپاکیزگی وغیرہ سے متعلق ہندوؤں کے جو خیالات ہیں انہی کو ان کے درمیان رکھتے ہوئے میں نے ان پر حجت قائم کی اور کشت وخون سے ہٹ کر امن وآشتی کے سایے میں زندگی گزارنے کی ہدایت کی۔

مسلم دشمن اور فرقہ پرست عناصر جہاد کو آتنک واد کی صورت میں دکھا کر مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے میں لگے ہوئے ہیں، اس لیے میں نے جہاد کے اصل معنی بتاتے ہوئے اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کیا۔ اور یہ واضح کیا کہ خود رام کو ماننے والے، رام کے راستے سے ہٹ چکے ہیں۔“ (منقول از استفتا)

اعظمی صاحب نے اپنی تقریر میں کہا:

” ایک کو ہم ہندو کے نام سے جانتے ہیں، دوسرے کو مسلمان کے نام سے،

باپو نے ہمیں یہ مزاج دیا ہے کہ "ہندو" شروع ہوتا ہے "ہا" سے، مسلم شروع ہوتا ہے "ما" سے۔ "ہا" کو وہاں سے نکالو "ما" کو یہاں سے نکالو، جوائنٹ کرو تو یہ "ہم" بنتا ہے، ہم بن کر رہو تاکہ مضبوط ہندوستان بنا رہے۔

میرے بزرگو![1] میرے ساتھیو! میری بہنو، ماتاؤ، مجھے اچھی طرح یاد ہے، جب اس ملک کے Ex Prime Minister of India وشوناتھ پرتاپ سنگھ صاحب کے ساتھ میں All India جنرل سکریٹری جنتا دل کی حیثیت سے As a member of parliament کام کر رہا تھا، اس وقت انسانیت کی بات چلی، آدمیت کی بات چلی، مانوتا کے اُپاتھان کی بات چلی، تو وی، پی، سنگھ صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ عبید اللہ بھائی! کبھی موقع ملے تو مراری باپو کا درشن ضرور کر لیجیے!

آج ہم اس رام کتھا میں ہیں، اور مراری باپو کو ہی حق پہنچتا ہے رام کی کتھا بیان کرنے کا، رام کو کس طرح سے لوگوں نے دیکھا، سمجھا، پرکھا؟ میں نے As a مسلمان رام کو کس طرح دیکھا؟ میری تاریخ اردو ادب نے شری رام کی حیثیت کو کس طرح جنوایا اور پہچنوایا، میں ڈاکٹر سر محمد اقبال کی اس نظم کا حوالہ دوں گا جس نظم کا عنوان ہی ہے "رام"۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال لکھتے ہیں:

ہے رام کے وجود پہ ہندوستاں کو ناز ۔۔۔ اہل ہنر سمجھتے ہیں ان کو امام ہند

شری رام کا وجود ایسا پاک اور پوتر وجود ہے، ان کا کیریکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے کہ جو Intellectual Class ہے، جو چیزوں کی گہرائی میں اتر کر ان کی حقیقتوں کو جاننے کی معرفت حاصل کرتا ہے وہ شری رام کو "امامِ ہند" مانتا ہے۔

---

(۱) **نوٹ:** اس مجمع میں مسلمان بھی اچھی تعداد میں موجود تھے جو تکریمی کلمات کے بجا طور پر حقدار تھے۔ لہٰذا تکریم کے جو بھی الفاظ تقریر میں استعمال کیے گئے ہیں انھیں کو سامنے رکھ کر کے کیے گئے ہیں۔ فافهم فإنه مُهم. ۱۲ منہ

امام سے بڑا کسی کا درجہ نہیں ہوتا، ہندوستان میں سب سے بڑے اُس انسان کو امام ہند کے نام سے ڈاکٹر سر محمد اقبال نے یاد کیا ہے۔

”رام“ نام ہے سچائی کا، جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے، رام نام ہے مظلوموں اور دُکھی لوگوں کی حمایت کا، جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے۔ رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لیے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔ میں اُسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے۔ انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا۔ سیتا جی کے ساتھ ایک آتنک وادی نے جو آتنکت کرنے کی گھٹنا کی تھی ہم اسے ”راون“ کے نام سے جانتے ہیں۔ اس آتنک واد کے خلاف شری رام نے جہاد چھیڑا تھا۔

آج لفظ جہاد اور لفظ آتنک واد پر بڑی بحث ملک میں ہو رہی ہے۔ میں باپو کی موجودگی میں اپنا سوبھاگیہ (خوش قسمتی) سمجھتا ہوں کہ اپنے وچاروں کو آپ کے سامنے دو چار منٹ کی اگر اجازت ہو تو رکھ دوں۔

ایک چیز ہے ”آتنک واد“ جس سے ہمارا پورا ملک پیڑت ہے، ہمارا ہی ملک نہیں پورا سنسار پیڑت ہے۔ کسی کو آتنکت کرنا یہی تو ہے ”آتنک واد“ اور جو ایسا کرتب کرتا ہے وہی ہے آتنک وادی۔ ایسے آتنک واد کا توڑ اور ایسے آتنک واد کے خلاف لڑائی لڑنے کا نام عربی زبان میں ”جہاد“ ہے۔

اس لفظ ”جہاد“ کو اتنا اَپوتر کرکے رکھا ناپاک لوگوں نے کہ جو لڑائی آتنک کے خلاف لڑنے کا ہتھیار تھا اسی ہتھیار کو آج آتنک کا نام دے دیا گیا۔ جہاد نام ہے جد و جہد کا۔ پریشرم (محنت) کا۔ Positive Way میں پریشرم کا نام جہاد ہے اور Negative Way میں پریشرم کا نام آتنک واد ہے۔ اسی Negative Way

میں جب پریشرم کیا تھا راون نے تو شری رام نے اس کے خلاف جد و جہد کیا تھا۔ مانوتا کی عزت بچانے کے لیے۔ صرف سیتا جی کی عزت کا سوال نہیں تھا۔ قیامت کی صبح تک پیدا ہونے والی ان ساری سیتاؤں کی عزت کا سوال تھا، جن کی عزت کے لیے رام نے اپنے جہاد کا قدم اُٹھایا تھا۔ اس عظیم نام کو لیتے ہی نفرت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ جہاں وہ نام لیا جائے اور وہاں بھی سماج میں نفرت موجود ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم شری رام کا نام زبان سے تو لیتے ہیں اپنے عمل میں، اپنے کرتب میں، اپنے سنسکار میں شری رام کو داخل نہیں کرتے۔

تو آج کی اس مجلس میں، میں بہت زیادہ کچھ نہیں کہوں گا۔ میں صرف اتنا ہی کہوں گا میں جب آیا تو میری بیگم نے بھی مجھ سے کہا کہ میں مراری باپو کو جب بھی ٹی وی پہ دیکھتی ہوں تو جب تک اُن کا پورا پروچن نہیں سن لیتی ہوں میں بند نہیں کرتی ہوں، میری طرف سے بھی انھیں آپ آداب کہیے گا اور اگر موقع ملے تو مراری باپو کو سلام کرنے کے لیے ایک سکنڈ اپنا ٹیلیفون دے دیجیے گا تاکہ ان سے بات کرنے کا سوبھاگیہ ہمیں حاصل ہو جائے۔

تو میرے دوستو! سچی بات یہ ہے میں اپنی بات ختم کر رہا ہوں، میں بے ادبی سمجھتا ہوں کہ آپ انھیں سننے آئے ہیں۔ میں تو صرف اپنی بھاؤناؤں کو آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں کہ انسانیت، آدمیت یہ اس ملک کی کلپنا ہے یہ اس ملک کی پہچان ہے سارے جہاں میں میں نے آپ کی دعا سے تقریباً بیالیس ملکوں کا دورہ کیا ہے مگر میں نے دنیا میں ہندوستان جیسی وہ سبھیتا (تہذیب) نہیں دیکھی جو دنیا کے کسی بھی ملک میں دیکھنے کی تمنا کر کے میں چلا تھا۔ میں آپ کو بتاؤں کسی ملک میں اگر ہے تو ایک مذہب ہے ایک کلچر ہے ایک موسم ہے مگر یہ ہندوستان مہمانوں کی عزت کرنے والا ایسا

میزبان ملک ہے کہ ساری دنیا کا مذہب اگر آپ کو چاہیے تو ہندوستان آئیے، ساری دنیا کا کلچر اگر آپ کو چاہیے تو ہندوستان آئیے ساری دنیا کی سنسکرتی اگر آپ کو چاہیے تو ہندوستان آئیے ساری دنیا کی محبت اگر آپ کو چاہیے تو ہندوستان آئیے سارے جہاں کا موسم اگر آپ کو چاہیے تو ہندوستان آئیے اسی لیے میں اقبال کے اس شعر کو پڑھ کر آپ کی دعاؤں کے ساتھ آپ سے رخصت ہوتا ہوں کہ

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا

محبت بانٹیے، نفرت ختم کیجیے، رام کتھا کا یہی پیغام ہے۔ خدا حافظ۔ آداب ...... سلام۔" (منقول از کلپ آڈیو تقریر اعظمی صاحب)

یہ ہے وہ تقریر اور تقریر کا پس منظر جس کے ایک ٹکڑے کو بنیاد بنا کر ناگ پور میں شرعی کونسل بریلی شریف کی طرف سے منعقد سیمینار کے موقع پر اعظمی صاحب کو دائرۂ اسلام سے خارج کیا گیا اور پروگراموں میں ان کے بلانے اور ان کی تقریر سننے کو ناجائز و گناہ قرار دیا گیا۔ اب میں ناگ پور کے فتویٰ کی نقل پیش کر رہا ہوں تاکہ ناظرین خود اس کو بغور پڑھ لیں۔

"**الجواب**۔ کفار کے دیوی دیوتاؤں کی تعریف کرنا کھلا کفر ہے۔ فتاوی رضویہ مترجم میں ہے: کفار کے دیوتاؤوں کی تعریف کرنا صریح کفر ہے۔ ج۱۴، ص۶۲۵۔

لہٰذا ایسا شخص دائرۂ اسلام سے باہر ہے۔ اس پر توبہ، تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح فرض ہے اس کو پروگراموں میں بلانا، اس کی تقریر سننا ناجائز و گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔"

اس ناگپوری فتوی کے بعد بہرائچ شریف سے ایک تحریر آئی جس میں بنیادی

طور پر دو باتیں پیش کی گئی ہیں۔

(ا) زبان سے کلمۂ کفر ادا کرنے کے بعد حکم کفر سے بچنے کی صرف ایک ہی استثنائی صورت ہے اور وہ ہے "اکراہ شرعی" جیسا کہ فتاوی رضویہ مترجم جلد ۱۴، ص ۶۰۰ میں ہے: "واحد قہار عزّ جلالہ، نے کلمۂ کفر بکنے میں کافر ہونے سے صرف مبتلائے اکراہ کا استثنا فرمایا ہے کہ ارشاد فرماتا ہے: "اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ"۔

اور زید کی تقریر میں وہ کلمات جو رام کی مدح میں ہیں مثلاً رام کا وجود ایسا پاک اور پوتّر وجود ہے، ان کا کیریکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے، رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراس کرتا ہے، رام نے انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا وغیرہ وغیرہ۔ یہ کلمات معنیٔ مدح میں صریح و متعیّن ہیں جن سے رام کی عظمت ظاہر ہوتی ہے، اور کتب فقہ و فتاوی میں مصرّح ہے کہ کفار کے دیوتاؤں کو عزت دینا اور ان کے لیے ایسے کلمات استعمال کرنا جن سے ان کا اعزاز ظاہر ہو صریح کفر اور ارتداد ہے۔ جیسا کہ فتاوی رضویہ مترجم جلد ۱۴ ر ص ۶۲۵ میں ہے:

"کفار کے مذہبی جذبات اور ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں کو عزت دینا صریح کلمۂ کفر ہے۔"

قال اللہ تعالیٰ: وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۟

"اور زید کے معذرتی بیان منقول فی السوال سے واضح ہے کہ اس نے رام کی تعریف میں جو کلمات استعمال کیے ان کلمات کے بولنے پر اسے کوئی شرعی مجبوری لاحق نہ تھی بلکہ اس نے اپنے اختیار اور اپنی رضا سے وہ کلمات استعمال کیے، لہٰذا زید اپنے ان کلمات شنیعہ کفریہ کے سبب دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا"

(۲) زید کی تقریر کے کسی حصہ، کسی جملہ اور کسی حرف سے اشارۃً بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ زید نے اپنے خطاب میں غیر مسلموں کے خیالات پیش کیے۔ البتہ اس کے بعض کلمات سے بہت واضح طور پر یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اس نے خطاب میں اپنے ہی خیالات پیش کیے مثلاً زید کہتا ہے: میں نے بحیثیت مسلمان رام کو کس طرح دیکھا إلی آخرہ۔ اور خالد کہہ رہا ہے کہ زید نے ان الفاظ میں غیر مسلموں کے خیالات پیش کیے۔ اب اسے خالد کی دھاندلی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

اس تحریر کے اختتام پر یہ حکم صادر کیا گیا ہے:

"مگر زید کو احتمال کا فائدہ اس وقت مل سکتا تھا جب اس کے کلام میں کفر کے علاوہ کوئی اور پہلو بھی ہوتا، یہاں زید کے کلمات تو کفری معنی میں صریح و متعیّن ہیں اور ان میں ایک پہلو بھی ایسا نہیں جو اسلام کی طرف جاتا ہو، لہٰذا زید کو نہ احتمال کا فائدہ مل سکتا ہے اور نہ اس کے کلام میں کسی تاویل کی کوئی گنجائش ہے کہ صریح میں تاویل مقبول نہیں جیسا کہ فتاوی رضویہ جلد ششم ص ۴۸ میں ہے: "شفائے امام قاضی عیاض وغیرہ کتب معتمدہ میں تصریح ہے کہ "التاویل في لفظ صراح لا یقبل."

اور اگر بالفرض زید کے کلمات شنیعہ کفری معنی میں متعیّن نہ بھی ہوں تب بھی اختلافِ علما کے سبب زید کے لیے توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح کا ہی حکم ہے۔ إلی آخرہ۔

ایک اور تحریر بدایوں سے آئی جس میں پورا زور قلم اس چیز کو ثابت کرنے کے لیے صرف کیا ہے کہ جو خیالات اعظمی صاحب نے پیش کیے ہیں وہ ہندوؤں کے خیالات نہیں ہیں بلکہ وہ سب ان کے اپنے خیالات ہیں۔ اور ان خیالات میں رام کی تعریف نمایاں ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"کیا یہ رام کی تعریف نہیں تو پھر کیا ہے؟ اور خان صاحب اس بات کی بھی

وضاحت کریں کہ تعریفی کلمات کس قسم کے ہوا کرتے ہیں؟ اور غیر تعریفی کلمات کس طرح کے ہوتے ہیں؟ دونوں قسم کے کلمات میں ما بہ الامتیاز کیا ہے؟ اس کی بھی وضاحت مطلوب ہے۔ تاکہ دلدل میں کسی کے پھنس جانے کا اندیشہ باقی نہ رہے۔"

بدایونی صاحب نے اپنی اس تحریر میں علمائے اہل سنت کی بارگاہ میں ایک استفتا بھی پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"وہ محفل جس میں موصوف مقرر شریک ہوئے وہ کوئی سیاسی محفل نہ تھی اور نہ ہی اس کا تعلق کسی سماج یا معاشرے سے تھا بلکہ وہ خالص "مذہبی محفل" تھی جیسا کہ اس محفل کے نام سے واضح ہوتا ہے، اس کا نام "رام کتھا" تھا۔ میں اپنی جماعت کے ہر ایک عالم اور مفتی کی بارگاہ میں اپنا عریضہ پیش کرتا ہوں، کیا اس قسم کی کسی محفل میں شریک ہونا جائز ہے؟"

ایڈیٹر سواد اعظم دہلی کی طرف سے ایک تحریر منظر عام پر آئی جس میں ان ہی اعتراضات کو دہرایا گیا ہے جو سابقہ تحریروں میں ہیں۔

البتہ دہلی کی اس تحریر میں دو نئے اعتراضات کیے گئے ہیں:

پہلا اعتراض : ایڈیٹر صاحب رقم طراز ہیں:

"لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ جب ایسا ہی ایک سوال کسی غیر معروف شخص کے نام سے آیا اور ملک کے ایک مستند دار الافتا سے فتویٔ تکفیر جاری ہوا تو مفتی نظام الدین صاحب نے اس پر اپنے تائیدی دستخط فرمائے۔ مگر اعظمی صاحب کے مستفتی بنتے ہی سارا منظر بدل گیا اور پہلے جس مسئلہ پر حکم کفر پر تصدیق کر چکے تھے اس بار ویسے ہی مسئلہ پر پُر اسرار خاموشی اختیار کر لی گئی۔

دوسرا اعتراض : اعظمی صاحب نے اپنے بارے میں کچھ حیرت ناک

انکشافات کیے ہیں، جنھیں سن کر یکبارگی تو جھٹکا لگا کہ کیا سنی عالم کے گھر میں بھی ایسا ماحول ہو سکتا ہے؟ مولانا نے بیان کیا کہ ان سے ان کے سینئر سیاسی رفیق وزیر اعظم ہند V.P. سنگھ نے کہا تھا کہ ''اعظمی صاحب کبھی موقع ملے تو مراری باپو کے درشن ضرور کرنا'' ـــــــ اور جب اعظمی صاحب اس تقریر کے لیے نکلے تو ان کی رفیق حیات نے اپنے جذبات کا اظہار کس طرح کیا؟ اس کو خود مولانا کے لفظوں میں پڑھیں:

''میں جب آیا تو میری بیگم نے بھی مجھ سے کہا کہ میں جب بھی مراری باپو کو ٹی وی پر دیکھتی ہوں تو جب تک ان کا پورا پروچن نہیں سن لیتی بند نہیں کرتی ہوں۔ میری طرف سے بھی انھیں آپ آداب کہیے گا، اور اگر موقع ملے تو مراری باپو کو سلام کرنے کے لیے ایک سیکنڈ کا وقت نکالکر اپنا ٹیلیفون دے دیجیے گا تاکہ ان سے بات کرنے کا سوبھاگیہ ہمیں بھی حاصل ہو جائے۔''

تنقیح طلب امور

درج بالا اقتباسات کو پڑھنے کے بعد چند سوالات ابھر کر سامنے آتے ہیں:

① مشرکین کے دیوی دیوتاؤں کی تعریف جس طرح اور جس بارے میں بھی ہو بہر حال کفر ہے یا نہیں؟ اور قائل مرتد خارج از اسلام ہے یا نہیں؟ سوائے اس کے کہ صورت جبر واکراہ میں اس نے کوئی تعریف کی ہو، یا کفار کے دیوی دیوتاؤں کی تعریف جب ان کی الٰہیت و معبودیت کی وجہ سے ہو یا کسی کفری جہت سے ہو تبھی کفر ہوتی ہے؟

② دیوی دیوتاؤں کی تعریف اگر اس کے شخصی اوصاف کے لحاظ سے ہو، دیوی دیوتا ماننے سے انکار کے ساتھ ہو، تو بھی کفر کا تحقق ہو جائے گا یا نہیں؟

③ اعظمی صاحب نے رام کے وجود کو پاک پوتر وجود کہا، رام کے کیریکٹر کو

نرالا، پیارا اور بے مثال بتایا، رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے، رام نام ہے مظلوم اور دکھی لوگوں کی حمایت کا، رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس سے اندھیرے دور ہوتے ہیں، رام نام ہے چاند کی اس چاندنی کا جس کے ذریعہ لوگوں کو سکون ملتا ہے، رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلساتی ہوئی دھوپ میں انسان کے لیے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔ میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا، نفرت کے مقابلے میں اس نے محبت کے بادل برسائے، انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا، یہ تمام جملے جو رام کے تعلق سے کہے گئے ہیں کفر ہیں یا حرام و ناجائز؟ ان کلمات اور جملوں کے بولنے والے پر شرعاً کیا حکم ہے؟

④ تقریر کا جو اقتباس استفتا میں درج کیا گیا ہے کیا وہ معنیٔ کفر میں صریح متعیّن ہے اور اس میں التزام کفر ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اس تقریر میں التزام کفر مانتے ہیں وہ صحیح ہے یا نہیں؟

⑤ مذکورہ بالا تقریر میں اعظمی صاحب نے ہندوؤں کے جو خیالات شری رام کے تعلق سے ہیں، الزام حجت کے طور پر ان کو پیش کیا ہو یا خود اپنے خیالات کو ظاہر کر کے ان کے اوپر الزام حجت قائم کیا ہو کہ رام جن اوصاف کے حامل تھے اگر تم ان کے سچے پیروکار ہو تو ان کی روش پر چلو۔ کیوں کہ شری رام کی جو تاریخ مشہور و معروف ہے وہ یہ ہے کہ رام ظلم و ناانصافی کے خلاف ہمیشہ برسرپیکار رہے۔ اور ظلم و ناانصافی کے خلاف لڑنا ہی جہاد ہے۔ لہٰذا جو ہندو مسلمانوں کی جان و مال کو برباد کرتا ہے اور قتل و غارت گری کا خوگر ہے، وہ رام کی روش سے ہٹ چکا ہے۔ اگر تم لوگ رام کے صحیح ماننے والے ہو تو ظلم اور ناانصافی سے بچو۔ اور اسلامی جہاد ظلم و ناانصافی کے خلاف لڑنے ہی کا نام ہے۔ اور یہ اسلام کا ایک مقدس فریضہ ہے۔ مسلمان دشمن طاقتوں نے

جہاد کی صحیح صورت کو مسخ کر کے جہاد کا نام آتنک رکھ دیا۔ آتنک کے خلاف لڑنے کا جو ہتھیار تھا اسی کو آتنک قرار دے دیا۔ مذکورہ بالا خطاب پر کیا حکم شرعی عائد ہوتا ہے؟

(۶) کفار و مشرکین کے مذہبی میلوں اور پروگراموں میں شرکت بہر صورت ناجائز و حرام ہے؟ یا کسی مخصوص صورت میں بعض افراد کے لیے جانا جائز اور مباح ہے؟

(۷) رام کتھا میں اعظمی صاحب کی شرکت پھر اپنی اور اہلیہ صاحبہ کے مراری باپو کی طرف میلان اور جھکاؤ کا مختلف انداز و کلمات سے جو اظہار ہے اس کا کیا حکم ہے؟ کسی ہندو دھرم کے پنڈت سے ایسا ربط و تعلق رکھنے پر شرعاً کیا حکم مرتب ہوگا؟

الجوابُ بِعَونِ المَلِکِ الوَھّاب

کفار اور مشرکین کے دیوی، دیوتا کی تعریف اگر ان کے ذاتی اوصاف و کمالات کی بنا پر ہو تو کفر نہیں البتہ اگر الٰہیت و معبودیت کے تصور کے ساتھ ہو یا کفار کے کفریات یا محرمات قطعیہ کو اچھا جانتا ہو تو ضرور کفر ہوگا ورنہ ہرگز کفر نہ ہوگا۔ کتب فقہ میں ہمارے فقہاے کرام عام طور سے اس مقام پر مختلف عبارت استعمال فرماتے ہیں۔

کبھی فرماتے ہیں: من استحسن فعلاً من أفعال الکفار کفر باتفاق المشایخ.

کبھی لکھتے ہیں: یکفر بتبجیل الکافر حتی لو سلم علی الذمي تبجیلا کفر و لو قال لمجوسي : یا أستاذي تبجیلاً کفر.

کہیں ارشاد فرماتے ہیں: من تشبه بقوم فھو منھم.

مذکورہ بالا ارشاداتِ فقہا میں اگر گہری نظر ڈالی جائے تو ان کی توضیحات کی صداقت و حقانیت مہر نیم روز کی طرح آشکارا ہو جائے گی نیز عیاں ہو جائے گا کہ ان عبارات

کا مفہوم یہی ہے۔ فقہاے کرام نے اس قسم کے مواقع پر جو قیدیں لگائی ہیں پہلے انھیں نقل کرتا ہوں تاکہ ہمارے ناظرین کرام خود ان میں اچھی طرح غور و فکر فرمالیں اور مسئلہ دائرہ کی حقیقت کی تہ تک رسائی ممکن ہو۔

الاشباہ والنظائر میں ہے: "تبجيل الكافر كفر ، فلو سلم على الذمي تبجيلاً كفر"۔

اس کے تحت علامہ حموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غمز عیون البصائر میں فرماتے ہیں:

قال بعض الفضلاء : يجب تقييده بأن يكون تعظيما لكفره ، و إلّا فقد يكون لإحسانه للمسلمين أو للمعظّم.

کافر کی تعظیم و توقیر کفر اس وقت ہوگی جب اس کافر کے کفر کی وجہ سے ہو ورنہ کافر کی تعظیم کبھی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ اس نے تعظیم کرنے والے پر کوئی احسان کیا ہے یا وہ مسلمانوں کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی سے پیش آتا ہے۔

اس کے فوراً بعد علامہ حموی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتاوی شیخ الاسلام ابو الحسن سغدی علیہ الرحمہ کے حوالے سے رقم طراز ہیں:

حكي أنّ واحدًا من المجوس كان كثير المال، حسن التعهد لفقراء المسلمين، يطعم جائعهم، و يكسي عريانهم ، و ينفق على مساجدهم ، و يعطي أدهان سرجها، و يقرض محاويج المسلمين، فدعا الناس مرة إلى دعوة اتخذها لجزّ ناصية ولده، فشهدها كثير من أهل الإسلام، و أهدى إليه بعضهم هدايا، فاشتدّ ذلك على مفتيهم، فكتب إلى أستاذه شيخ الإسلام أن أدرك أهل بلدك، فقد ارتدّوا بأسرهم، فذكر شيخ الإسلام أن إجابة دعوة أهل الذمة

مطلقة في الشريعة ، و مجازاة المحسن بإحسانه من باب الكرم، و المروة، و حلق الرأس ليس من شعار أهل الضلال، و الحكم بردّة الإسلام بهذا القدر غير ممكن. كذا في الفتاوى الظهيرية من النوع السادس من كتاب السير. (غمز عيون البصائر ج ۲، ص ۷۷)

بیان کیا گیا ہے کہ ایک بہت مالدار مجوسی تھا، غریب مسلمانوں کے ساتھ عمدہ سلوک کرتا تھا، بھوکے مسلمانوں کو کھانا کھلاتا، ننگوں کو کپڑے پہناتا، مساجد پر خرچ کرتا، اس کے چراغوں کے لیے تیل دیتا اور حاجت مند مسلمانوں کو قرض بھی دیتا تھا۔ اس نے اپنے بچے کے بال منڈانے کے وقت مسلمانوں کی دعوت کی۔ تو کثیر تعداد میں اہل اسلام نے شرکت کی اور بعضوں نے ہدایا اور تحائف بھی پیش کیے۔

یہ بات اس شہر کے مفتی پر بہت شاق گزری، انھوں نے اپنے استاذ شیخ الاسلام کو لکھا کہ آپ اپنے شہر والوں کی خبر گیری اور دستگیری فرمائیں سب کے سب مرتد ہو گئے۔ تو اس کے جواب میں شیخ الاسلام نے فرمایا کہ شریعت میں ذمیوں کی دعوت قبول کرنے کی اجازت ہے، اور محسن کے احسان کا بدلہ دینا کرم اور مروت کے باب سے ہے، اور موڑن اہل ضلال کے شعارِ دینی و مذہبی سے نہیں، اور محض اس بنیاد پر مسلمانوں کو مرتد قرار دینا ہرگز ممکن نہیں۔ انتہی

معلوم ہوا کہ سابقہ زمانے بھی ایسے مفتیوں سے خالی نہ گزرے جو کفر وایمان توکفر و ایمان، حلال وحرام میں بھی تمیز نہ کر سکے اور ایک جائز امر پر مسلمانوں کی ایک عظیم جماعت کے ارتداد کا فتوی دے ڈالا۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ مفتی کی نظر مجوس سے نفرت وعداوت پر مرکوز تھی، شہر کے اہل اسلام سے عداوت نہ تھی، اسی لیے ان کی دست گیری اور ہدایت کے لیے شیخ الاسلام سے التجا کی۔ مگر اب ایسا لگتا ہے کہ کفر و کفار سے عداوت تو

الگ رہی، خود مسلم سے عداوت اور اس کی تکفیر کا جوش آتش فشاں بنتا جا رہا ہے ــــ

لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ زمانہ ان بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوگا جو مشکل کی تسہیل، صعب کی تذلیل، مجمل کی تفصیل کرنے پر اور بحر سے صدف اور صدف سے گہر نکالنے پر باذن اللہ تعالیٰ قادر نہ ہوں۔

شرح حموی کی پوری عبارت کا خلاصہ یہ ہوا کہ کافر کی تعظیم و توقیر اگر اس کے کفر کی وجہ سے ہو تو کفر، اور اگر کفر کے علاوہ اس کے ذاتی اوصاف و کمالات - جود و سخا، انسانی ہمدردی اور غربا و مساکین کی امداد و اعانت، ظلم و ناانصافی کے خلاف جنگ کی وجہ سے ہو تو وہ جائز و مباح ہے، اور اس کے ساتھ حسن سلوک، مروت اور کرم کے باب سے ہے، لہٰذا مطلقاً کفار کی تعظیم کو کفر کہنا درست نہیں۔

الاشباہ والنظائر میں ارشاد فرمایا:

الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر ــــ اس کے چند سطر کے بعد لکھا: الاستهزاء بالأذان كفر لا بالمؤذن۔

اس متن کی شرح میں علامہ حموی رقم طراز ہیں:

قوله: الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر ــــ لما تقرّر من أنّ تعليق الحكم بالمشتق يوذن بعلّية مبدأ الاشتقاق. قال في البزازية: الاستخفاف بالعلماء كفر ؛ لكونه استخفافا بالعلم، و العلم صفة الله تعالى منحه فضلًا ، خيار عباده ليدلوا خلقه على شرعه نيابةً عن رسوله، فاستخفافه بهذا العلم إلى من يعود.

قال بعض الفضلاء: فيفيد أنّ الاستخفاف بالعلماء لا لكونهم علماء بل لكونهم ارتكبوا ما لا يجوز، أو من حيث الآدمية

ليس بكفر، و هو يفيد أيضًا أنه لو استخف بالمؤذن من حيث الأذان يكفر . انتهى. (غمز عيون البصائر ج ۲، ص ۸۷)

علم اور علما کے ساتھ استہزا کفر ہے، اس وجہ سے کہ مشتق پر کسی حکم کا معلق کیا جانا مبدأ اشتقاق کی علیّت کی خبر دیتا ہے۔ بزازیہ میں فرمایا: علما کی توہین علم کی توہین کی وجہ سے کفر ہے۔ اس لیے کہ علم اللہ عزّوجلّ کی صفت ہے، اللہ عزّوجلّ اپنے فضل سے اپنے نیک بندوں کو عطا فرماتا ہے تاکہ وہ رسول ﷺ کی نیابت میں خلقِ خدا کو شریعت کی رہ نمائی کریں تو اس علم کی توہین ذات باری تعالیٰ کی توہین کی طرف پلٹتی ہے۔

بعض فضلا نے ارشاد فرمایا: مذکورہ بالا کلام اس بات کا افادہ کر رہا ہے کہ اگر عالم کی توہین عالم ہونے کی حیثیت سے نہ ہو بلکہ اس عالم کے برے اعمال و افعال کے ارتکاب کی وجہ سے ہو تو ہرگز اس کی توہین کفر نہ ہوگی۔ اور اس کا بھی افادہ کر رہا ہے کہ اگر موذن کی توہین اذان کی وجہ سے ہو تو کفر اور اگر دوسری حیثیت سے ہو تو کفر نہ ہوگی۔

ان عبارات اور علما کی توضیحات سے خواص تو خواص، عوام پر بھی عیاں ہو چکا ہوگا کہ کافر کی تعظیم اور تعریف اگر کفر کی وجہ سے ہو تو کفر ہوگی اور اگر دیگر اسباب کی وجہ سے ہو تو ہرگز کفر نہ ہوگی۔ جیسے عالم اور موذن کے ساتھ استہزا اگر علم اور اذان کی توہین کی وجہ سے ہو تبھی کفر ہے ورنہ نہیں۔

علامہ زین بن نجیم مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''وَبِقَوْلِهِ: ''لَـمُعَامَلَةُ الْكُفْرِ خَيْرٌ مِمَّا أنت تَفْعَلُ'' عِنْدَ بَعْضِهِمْ مُطْلَقًا وَقَيَّدَهُ الْفَقِيهُ أبو اللَّيْثِ بِأَنْ يَقْصِدَ تَحْسِينَ الْكُفْرِ لَا تَقْبِيحَ مُعَامَلَتِهِ وَبِخُرُوجِهِ إِلَى نَيْرُوزِ الْمَجُوسِ وَالْمُوَافَقَةِ مَعَهُمْ فِيمَا يَفْعَلُونَ فِي ذلك الْيَوْمِ.''(البحر الرائق ج ۵، ص ۲۰۷)

صاحب بحرالرائق اقوال کفریہ کے بیان میں فرماتے ہیں:

اور اگر کسی شخص نے کسی مسلمان سے کہا کہ ''معاملۂ کفر بہتر ہے اس سے جو تم کرتے ہو'' تو بعض فقہا کے نزدیک یہ قول مطلقاً کفر ہے لیکن فقیہ ابواللیث نے اس قول کو مقید فرمایا کہ قائل جب کفر کی تحسین کا قصد کرے گا تو کافر ہو گا البتہ جب اس کے معاملہ کی قباحت کا ارادہ ہو تو کفر نہیں ہو گا۔

'' اور مجوسیوں کے تہوار نوروز میں شریک ہونے اور اس دن کے مشرکانہ افعال میں ان کی موافقت کرنے کی وجہ سے (مسلمان کافر ہو جاتا ہے)۔

فقیہ ابواللیث نے ''بأن يقصد تحسين الكفر'' کی قید سے مقید فرما کر روز روشن کی طرح واضح فرما دیا کہ ہمارے فقہائے کرام جو یہ ارشاد فرماتے ہیں: ''اتفق مشايخنا أن من رأى أمر الكفار حسنا فقد كفر'' یا اسی جیسی دوسری عبارت جو اس طرح کے مواقع پر بیان فرماتے ہیں وہ حقیقت کے اعتبار سے مطلق نہیں ہے بلکہ مقید ہے۔ جس شخص کا فقہ سے ادنیٰ بھی تعلق ہے وہ خوب جانتا ہے کہ مطلقاً امر کفار کی تحسین کفر ہو ہی نہیں سکتی، اگر وہ قول یا فعل کفری ہے یا کم از کم قائل کا مقصود کفر کی تحسین ہے تو ایسی تحسین کفر ہو گی، ورنہ نہیں۔

امور کفار کی تحسین مطلقاً کفر نہیں ہے کفر صرف اس وقت ہو گا جب کفار کے کفر کی تحسین اور پسندیدگی پائی جائے گی۔ اس مدّعا پر فتاوی رضویہ سے کثیر اقتباسات پیش کر سکتا ہوں لیکن بروقت صرف دو اقتباس کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔

''مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

اول – ہولی، دیوالی ہندوؤں کے شیطانی تہوار ہیں ــــ یہ سب رسومِ کفار ہیں، مسلمانوں کو ان میں شرکت حرام اور بطور پسند کریں تو صریح کفر۔ غمز العیون میں ہے:

"اتفق مشایخنا أن من رأی أمر الکفار حسنا فقد کفر."

(فتاوی رضویہ ج ششم ص ۱۵۲)

دیکھیئے کفار کے مذہبی تہوار جو رسوم کفر و شرک پر مشتمل ہوتے ہیں ان کی پسندیدگی پر حکم کفر لگایا ہے، لہذا کفار کے مذہبی تیوہار میں شرکت جو امور شرکیہ وکفریہ کی پسندیدگی سے خالی ہو، صرف حرام ہوگی، کفر نہیں۔

دوم- الجواب: اون کا میلا دیکھنے کے لیے جانا مطلقًا ناجائز ہے اگر اُن کا مذہبی میلا ہے جس میں وہ اپنا کفر و شرک کریں گے کفر کی آوازوں سے چلائیں گے جب توظاہر، اور یہ صورت سخت حرام مِنْ جُملۂ کبائر ہے پھر بھی کفر نہیں اگر کفری باتوں سے نافر ہے، ہاں معاذ اللہ اُن میں سے کسی بات کو پسند کرے یا ہلکا جانے تو آپ ہی کافر ہے، اس صورت میں عورت نکاح سے نکل جائے گی اور یہ اسلام سے - ورنہ فاسق ہے اور فسق سے نکاح نہیں جاتا پھر بھی وعید شدید ہے اور کفریات کو تماشا بنانا ضلال بعید ہے حدیث میں ہے: من کثر سواد قوم فھو منھم و من رضي عمل قوم کان شریکاً من عمل به ۔ اور جو کسی قوم کا کوئی کام پسند کرے وہ اُس کام کرنے والوں کا شریک ہے ــــ خصوصًا اگر کافروں کی کسی شیطانی خرافات کو اچھا جانا تو آفت اشد ہے اور اس وقت تجدید اسلام و تجدید نکاح کا حکم کیا جائے گا۔ غمز العیون میں ہے:

" اتّفق مشایخنا أن من رأی أمر الکفار حسنا فقد کفر."

(فتاوی رضویہ جلد نہم ثانی ص ۹۹)

ناظرین فتاوی رضویہ کی خط کشیدہ عبارت بغور ملاحظہ فرمالیں ہمارے دعوی کی مکمل تصدیق ہوجائے گی۔

اس گفتگو کو فقیہ اعظم ہند شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ

الرحمہ کی مبارک عبارت پر ختم کر رہا ہوں۔عالم گیری میں تصریح ہے کہ کفار کی کفری باتوں کو اچھا جاننا کفر ہے۔ " و بتحسين أمر الكفار اتفاقًا." (فتاوی عالم گیری ج ۲، ص ۲۷۷) کفار کی کفری بات کو اچھا جاننے سے بالاتفاق کافر ہو جائے گا۔

(فتاوی شارح بخاری ج ۲، ص ۵۶۵)

کفار اور مشرکین کے دیوی دیوتاؤں کی تعریف اگر بلا اعتقاد معبودیت ہو تو ہرگز کفر و شرک نہیں، اصل کفر و شرک غیر خدا کو معبود جاننا اور ماننا ہے اور اس کا دار و مدار نیت پر ہے یعنی کسی ہستی کو واجب الوجود اعتقاد کر کے یا واجب الوجود کے خواص و لوازم میں سے کسی ہستی کے لیے ثابت مان کر یا کائنات عالم کی تدبیر میں کسی کے لیے ایسا دخل ماننا کہ اس کے بغیر نظام نہیں چل سکتا یا نفع و ضرر پہنچانے یا تخلیق و ایجاد میں کسی کو مستقل بالذات ماننا اس معنی کر کہ وہ بے اذن الٰہی جو چاہے کرے، یا تحلیل و تحریم کا اختیار مستقل ماننا، یا کسی کی ذات و صفات کو ذاتی مان کر تذلّل کرنا غایت تعظیم اور عبادت ہے اور جس کے لیے یہ عمل کیا جائے وہ معبود ہے اور ان مذکورہ تصورات و اعتقادات کے بغیر کسی کے لیے تذلّل کرنا ہرگز عبادت نہیں اور وہ معبود نہیں۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ عزّ و جلّ کے علاوہ کسی اور کی اگرچہ وہ نبی ہو فرشتہ ہو، ولی ہو، بت ہو، عبادت شرک ہے، بنیاد یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت شرک ہے خواہ جن کی پوجا کی جا رہی ہو وہ اللہ کے نیک بندے ہوں یا برے بندے یا جماد محض، یوں ہی اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ بتوں، شیاطین سے مدد مانگنا، مدد کے لیے پکارنا حرام و گناہ ہے اس لیے کہ اس میں تو ایک تو بتوں اور شیاطین کی عظمت ہے، دوسرے ان کے پجاریوں سے مشابہت، ہاں اگر ان بتوں اور شیاطین کو معبود سمجھ کر کے مدد مانگی جائے تو کفر و شرک ہو جائے گا۔

دیوی دیوتا کی مطلقاً تعریف بلا اعتقاد معبودیت اگر کفر ہو جائے تو میں جاننا چاہوں گا کہ قرآن حکیم کے اندر '' وَ قَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَ لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّ لَا سُوَاعًا ۙ وَّ لَا یَغُوْثَ وَ یَعُوْقَ وَ نَسْرًا ۚ وَ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِیْرًا ۚ '' (اور بولے ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور ہرگز نہ چھوڑنا وَدّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو، اور بے شک انھوں نے بہتوں کو بہکایا۔)[سورۂ نوح، آیت:۲۳، ۲۴]

یہ ان کے بتوں کے نام ہیں جنھیں وہ پوجتے تھے۔ بت تو ان کے بہت تھے مگر یہ پانچ ان کے نزدیک بڑی عظمت والے تھے، ود تو مرد کی صورت پر تھا اور سواع عورت کی صورت پر اور یغوث شیر کی شکل اور یعوق گھوڑے کی اور نسر کرگس کی، یہ بت قوم نوح سے منتقل ہو کر عرب میں پہنچے اور مشرکین کے قبائل سے ایک ایک نے ایک ایک کو اپنے لیے خاص کر لیا۔ (خزائن العرفان)

اس آیت کریمہ سے ثابت کہ ان پانچوں ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نَسر کی پوجا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کرتی تھی حالاں کہ صحیح بخاری شریف سے ثابت ہے کہ یہ سب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے:

ودّ و سواع و يغوث و يعوق و نسر أسماء رجال صالحين من قوم نوح فلمّا هلكوا أوحي الشيطان إلى قومهم أن أنصبوا لي مجالسهم التي كانوا يجلسون أنصابًا و سمّوها بأسمائهم ففعلوا فلم تعبد حتى إذا هلك أولئك و تنسخ العلم عبدت هذا. مختصرا. (صحيح البخاري ج ۲، ص ۷۳۲)

ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک

لوگوں کے نام ہیں جب وہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈالا کہ جہاں وہ بیٹھتے تھے وہاں ان کی مجالس میں ان کے بت نصب کرو اور ان کے نام لیا کرو تو وہ ایسا ہی کرنے لگے، پھر اس دور میں تو ان کی عبادت نہیں ہوئی، مگر جب وہ لوگ ہلاک ہوئے اور علم مٹ گیا سابق لوگوں کے بارے میں جہالت کا پردہ چھا گیا تو رفتہ رفتہ ان مجسّموں کی عبادت و پرستش شروع ہو گئی۔ یہ حدیث کے مختصر الفاظ ہیں۔

صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ بھی مروی ہے:

أنه قال دخل النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم البيت فوجد فيه صورة إبراهيم و صورة مريم عليهما الصلاة و السلام فقال صلى الله تعالى عليه وسلم أمَّا هُمْ فقد سمعوا أن الملائكة لا تدخل بيتا فيه صورة- الحديث. هذا لفظه في الأنبياء و فيه أيضا أن النبي ﷺ لما رأى الصور في البيت لم يدخل حتى أمر بها فمحيت. (الحديث)(بخاری جلد اول، كتاب الأنبيا، ص:٤٧٣)

و في المغازي فأخرج صورة إبراهيم و إسماعيل عليهما الصلاة و السلام- الحديث.

هذه كلها روايات البخاري و ذكر ابن هشام في سيرته قال و حدثني بعض أهل العلم أن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم دخل البيت يوم الفتح فرأى فيه صور الملائكة و غيرهم فرأى إبراهيم عليه الصلاة والسلام مصوّرًا فذكر الحديث إلى أن قال أمر بتلك الصور كلها فطمست.

(سيرة النبي لابن هشام ج ٤، ص ٣٢)

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے تو وہاں آپ نے حضرت ابراہیم اور سیدہ مریم علیہما السلام کی تصویریں پائیں، فرمایا: ان لوگوں نے سن لیا ہے کہ جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے۔ (الحدیث) یہ الفاظ حدیث کتاب الانبیاء میں آئے ہیں اور اس میں ہے: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کعبہ شریف میں تصویریں دیکھیں تو اندر داخل نہ ہوئے یہاں تک کہ ان کے متعلق حکم فرمایا تو وہ مٹادی گئیں۔ (الحدیث) اور مغازی میں ہے کہ حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی تصاویر باہر نکال دی گئیں۔ (الحدیث) یہ سب بخاری شریف کی روایات ہیں۔

اور ابن ہشام نے اپنی سیرت میں بیان فرمایا کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے تو وہاں فرشتوں وغیرہ کی تصاویر دیکھیں اور حضرت ابراہیم کا مجسمہ دیکھا، پھر بقیہ حدیث ذکر فرمائی، یہاں تک کہ فرمایا کہ پھر تمام تصاویر کے بارے میں حکم فرمایا کہ مٹادی جائیں تو وہ مٹادی گئیں۔

- دیکھو اسے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو -

اب میں جملہ اہل علم و دانش سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ بنص قرآن وڈ، سواع وغیرہ پانچوں بت دیوی اور دیوتا ہیں اور ان کی پرستش صرف قوم نوح ہی نہیں بلکہ مشرکین عرب بھی کرتے تھے اور ایسے ہی حضرات انبیاے کرام اور دیگر صالحین کی پوجا اہل عرب کا محبوب ترین مشغلہ تھا خصوصیت کے ساتھ حضرت سیدنا ابراہیم واسمٰعیل علیہما الصلاۃ والتسلیم اور حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور فرشتوں کی بھی

عبادت اور پوجا کی جاتی تھی۔ اور بخاری شریف کی حدیث نص صریح ہے کہ "وَدًّ، سواع" وغیرہ قوم نوح علیہ السلام کے نیک ابرار واخیار لوگوں کے نام ہیں۔ وہ جب انتقال کر گئے تو بعد میں ان کی عبادت اور پوجا شروع ہو گئی۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ کفار ومشرکین کے جہاں بے شمار معبود تھے وہیں پر انبیا و اولیا اور دیگر صالحین بھی تھے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم مسلمان انبیائے کرام ورسل عظام اور دیگر محبوبان بارگاہ الٰہی کی صرف تعریف وتوصیف ہی نہیں حد درجہ تعظیم وتکریم بھی کرتے ہیں۔ اور اس تعظیم وتکریم کا حکم خود رب العالمین نے اپنے بندوں کو دیا ہے۔ اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

"وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ"۔ (الفتح) اور رسول کی تعظیم اور توقیر کرو۔

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

اور عزت تو اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کے لیے ہے مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

تو اگر مطلقا معبودانِ کفّار کی عزت تعریف وتوصیف کفر ہو تو لازم آئے گا کہ معاذ اللہ ہم مسلمانوں کو قرآن نے کفر کرنے کا حکم دیا ہو۔

معاملہ یہ ہے کہ دلیرانِ تکفیر یا تو جوش عناد کی وجہ سے یا کم علمی کی وجہ سے کفر اور عدم کفر کے درمیان جو چیز مابہ الامتیاز اور حد فاصل ہے سمجھ نہیں پا رہے ہیں۔

دونوں کے درمیان حد فاصل اعتقاد معبودیت ہے اگر کسی بھی غیر اللہ کو معبود جان کر پوجا کی جائے، مدد کے لیے پکارا جائے تو کفر وشرک ہوگا خواہ وہ غیر اللہ نبی ہو یا ولی جن ہو یا فرشتہ۔ نیک انسان ہو یا بد، بت ہو یا شیطان، اور اگر بلا اعتقاد معبودیت ہے تو ہرگز کفر وشرک نہیں ہوگا۔

کیا یہ حقیقت اہل علم پر اظہر من الشمس نہیں ہے کہ ہم مسلمان انبیا و اولیا کی تعظیم و تکریم بھی کرتے ہیں اور اپنی مدد کے لیے پکارنے کو نہ صرف جائز سمجھتے ہیں بلکہ مضبوطی کے ساتھ اس پر عمل پیرا بھی ہیں۔ اور ان کو باذن اللہ امداد و دستگیری پر قادر بھی مانتے ہیں۔ لیکن انھیں انبیا و اولیا کو جن کا تذکرہ ماقبل میں گذرا اگر کفار و مشرکین پکاریں یا ان سے امداد و اعانت طلب کریں تو کفر و شرک ہو گا۔

یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے کہ ایک ہی عمل بعض جگہ عین اسلام ہو اور وہی عمل دوسری جگہ شرک خالص ہو جائے۔ وجہ فرق یہ ہے کہ ہم مسلمان انبیا و اولیا سے جو مدد مانگتے ہیں انھیں معبود جان کر نہیں بلکہ معبود کا محبوب بندہ جان کر اللہ عزوجل کی دی ہوئی قوت سے، اور اس کے اذن سے متصرف مانتے ہیں۔ لہذا ہم مسلمانوں کا انبیا و اولیا سے مدد مانگنا شرک نہ ہوا۔ اور مشرکین کا اپنے معبودوں سے مدد مانگنا شرک ہوا۔

پوری بحث کا حاصل یہ نکلا کہ اصل شرک و کفر غیر خدا کو معبود جاننا ہے اور معبود جان کر ان سے مدد مانگیں تو شرک، پکاریں تو شرک چڑھاوا چڑھائیں تو شرک، اگر بتی جلائیں تو شرک اور اگر معبود نہ جانیں تو ان میں سے ایک بھی شرک نہیں۔ البتہ بتوں اور شیاطین کی تعریف و توصیف کرنا عزت دینا اور ان سے مدد مانگنا ان کے استھان پر اگر بتی سلگانا وغیرہ حرام و گناہ ضرور ہو گا۔ اس لیے اس میں ایک تو بتوں اور شیاطین کی عظمت ہے دوسرے ان کے پجاریوں سے مشابہت۔ لیکن شرک و کفر نہ ہو گا جیسا کہ بعض حضرات پوری ایڑی چوٹی کی طاقت کفر ثابت کرنے کے لیے صرف فرما رہے ہیں۔ اللہ عزوجل انھیں اور ہمیں بھی حق و صحیح سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق دے اور تعصب اور بے جا کسی کی بھی حمایت سے محفوظ رکھے آمین۔

اس بحث کو حضرت سیدنا عیسی علیہ السلام کے مبارک و مسعود ذکر پر ختم کر رہا ہوں۔

اس بات سے دنیا کا کون باشعور انسان بے خبر ہے کہ دنیا کے بیش تر ملکوں اور حصوں میں آج بھی سب سے زیادہ عبادت و پرستش حضرت عیسی علیہ السلام کی ہو رہی ہے۔ قرآن کریم میں ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ (المائدۃ) بے شک کافر ہیں وہ جو کہتے ہیں اللہ تین خداوں میں سے تیسرا ہے۔

نیز ارشاد فرمایا: الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۙ﴿۴۵﴾ (آل عمران)

مسیح عیسی مریم کا بیٹا عزت والا ہے دنیا اور آخرت میں اور مقربین میں ہے۔

اور فرماتا ہے: اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِىْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۣ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۚ وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِىْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِىْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِىْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِىْ ۚ

”جب اللہ فرمائے گا اے مریم کے بیٹے عیسی یاد کر میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی ماں پر جب میں نے پاک روح سے تیری مدد کی، تو لوگوں سے باتیں کرتا گہوارے میں اور پکی عمر میں، اور جب میں نے تجھے سکھائی کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل، اور جب تو مٹی سے پرند کی سی مورت میرے حکم سے بناتا۔ پھر اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتی، اور تو مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو میرے حکم سے شفا دیتا، اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے زندہ کرتا۔“

دلاورانِ تکفیر ذرا چشم بصیرت کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔ کہ حضرت عیسی علیہ السلام جو دنیا کے کثیر ملکوں میں معبود اور اِلٰہ مانے جاتے ہیں ان کے معبود بنائے جانے کی

قرآن نے نص فرمائی۔ اس کے باوجود اللہ عزوجل کیسی عظیم وجلیل تعریف فرمارہا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام دنیااور آخرت میں عزت ووجاہت والے ہیں اور اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہیں۔ اور اس کے بعد والی آیت کریمہ میں آپ کے روشن معجزات اور جن عظیم نعمتوں سے سرفراز کیے گئے ان کا بیان ہے۔ ہمارے آقا و مولی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل ترین رسولوں میں حضرت ابراہیم وحضرت موسی وعیسی علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والتسلیم ہیں اور ان کی تعظیم وتوقیر ہمارا ایمان ہے ان نفوس قدسیہ کی تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہنا صرف کار ثواب نہیں بلکہ سعادت دارین اور نجات اخروی کا عظیم ذریعہ ہے اب میں تکفیری حضرات سے جاننا چاہوں گا کہ اللہ عزوجل کے سوا دنیا میں جن مخلوقات کی پرستش اور عبادت کی جاتی ہے ان میں سرفہرست حضرت عیسی علیہ السلام بھی ہیں اگر آپ حضرات کی بات تسلیم کرلی جائے کہ کفار اور مشرکین کے دیوی دیوتا کہ تعریف مطلقاً کفر ہے اگرچہ وہ ذاتی اوصاف وکمالات اور قرار واقعی خوبیوں کی وجہ سے ہو تو لازم آئے گا کہ معاذاللہ خود اللہ عزوجل آپ حضرات کے حکم کفر سے نہ بچ سکے کیوں کہ ابھی آپ حضرات حضرت عیسی علیہ الصلاۃ والتسلیم کے فضائل ومناقب اور ان کے روشن معجزات کا بیان قرآن سے سن چکے اور قرآن پر ہم سب کا ایمان۔ توبقول آپ حضرات کے اللہ عزوجل معبودِ کفار کی تعریف وتوصیف کرکے اور مسلمان اس تعریف کے حق ہونے پر ایمان لاکر کے سب بیک جنبش قلم دائرۂ کفر میں داخل۔ (العیاذ باللہ) لہذا ماننا پڑے گا کہ معبودانِ کفّار کی تعریف مطلقاً کفر نہیں بلکہ کفر اسی وقت ہوگی جب انھیں معبود اعتقاد کرکے کی جائے ورنہ کفر کیا معنی بعض صورتوں میں توعظیم کار ثواب اور باعث اجر ہوگی جیسا کہ انبیا واولیا کے باب میں گزرا اور اگر معبودان باطل بت، شیاطین وغیرہ ہوں تو بغیر اعتقاد معبودیت کے ان کی تعریف حرام وگناہ ہوگی، کفر ہرگز نہیں ہوگی، جیسا کہ بیان ہوا۔

اعظمی صاحب کی تقریر کا تجزیاتی مطالعہ

اعظمی صاحب کی تقریر کے اس حصے پر اپنا تجزیاتی مطالعہ پیش کر رہا ہوں جس پر کرم فرماؤں نے حکم کفر لگایا ہے:

(۱) شری رام کا وجود پاک اور پوتر ہے۔ (۲) ان کا کیرکٹر اتنا نرالا، پیارا اور بے مثال ہے۔ (۳) رام نام ہے سچائی کا جو جھوٹ کو پراجت کرتا ہے۔ (۴) رام نام ہے مظلوموں اور دکھی لوگوں کی حمایت کا جو ظلم کی گردن پکڑتا ہے۔ (۵) رام نام ہے سورج کی اس روشنی کا جس کے ذریعے اندھیرے دور ہوتے ہیں۔ (۶) رام نام ہے اس چاند کی چاندنی کا جس کے ذریعے لوگوں کو سکون ملتا ہے۔ (۷) رام نام ہے اس ٹھنڈی ہوا کا جو جھلساتی ہوئی دھوپ میں ان کے لیے چھتر چھایا بن جاتی ہے۔ (۸) میں اسی رام کو جانتا ہوں جس نے نفرت کا کوئی سندیش انسانیت کو نہیں دیا۔ (۹) نفرت کے مقابلے میں محبت کے اس نے بادل برسائے۔ (۱۰) انسان کی کھوئی ہوئی عظمت کو واپس کروایا۔ (۱۱) آتنک واد کے خلاف شری رام نے جہاد چھیڑا تھا۔

اب میں تمام ارباب علم و دانش کو دعوت غور و فکر دیتا ہوں کہ جتنے جملے ذکر کیے گئے ہیں ہر ایک میں انتہائی سنجیدگی سے گہری نظر ڈالیں اور تلاش کریں تاکہ متعیّن ہو سکے کہ اس جملہ میں فلاں ضرورت دینی کا انکار پایا جاتا ہے۔ ہمارے ناظرین اس مقالہ کے شروع ہی میں تفصیل کے ساتھ ضروریات دین کی تعریف پڑھ چکے ہیں پھر بھی اس پر دوبارہ نظر ڈالیں۔ معاملہ ایمان و کفر کا ہے جو انتہائی سنگین اور پر خطر ہے۔ اختصار کے ساتھ اس کا ذکر کر رہا ہوں۔

ضروریات دین سے مراد وہ دینی باتیں ہیں جن کا دین سے ہونا ایسی قطعی

یقینی دلیل سے ثابت ہو جس میں ذرہ برابر شبہہ نہ ہو اور ان کا دینی بات ہونا ہر خاص وعام کو معلوم ہو۔

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کفر التزامی کے بیان میں ارشاد فرمایا: التزامی یہ کہ ضروریات دین سے کسی شئ کا تصریحًا خلاف کرے۔ یہ قطعا، اجماعا کفر ہے۔ اس کے یہ معنی کہ جو انکار اس سے صادر ہوا، یا جس بات کا اس نے دعوی کیا وہ بعینہ کفر و مخالف ضروریات دین ہو۔

جیسے نیچریوں کا فرشتوں، جنوں، شیاطین، آسمان، جنت ودوزخ، معجزات انبیا سے ان معانی پر کہ اہل اسلام کے نزدیک حضور ہادی برحق ﷺ سے متواتر ہیں انکار کرنا۔

اب میں سارے کرم فرماؤں کو چیلنج دیتا ہوں کہ مذکورہ تمام جملوں میں یا بعض ہی میں ثابت کریں کہ اس جملہ میں فلاں ضرورت دینی کا صراحۃً انکار ہے اور یہ بعینہ کفر و مخالف ضرورت دین ہے جیسا کہ نیچریوں کے کلام میں تصریحًا انکار ضروریات دین ہے۔ ایسے ہی اس تقریر کے فلاں جملہ میں فلاں ضرورت دینی کا انکار ہے۔ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱﴾.

تقریر کے مذکورہ بالا جملوں میں رام کی تعریف ہونے سے، مجھے انکار نہیں۔ رام کی اس میں کھلی ہوئی تعریف ہے لیکن وہ سب تعریفات ایسی ہیں جو کسی بھی انسان میں پائی جا سکتی ہیں خواہ وہ مومن ہو یا کافر۔ ان جملہ اوصاف میں کوئی بھی ایسا وصف نہیں دکھایا جا سکتا کہ جو ذات باری تعالیٰ کے ساتھ اختصاص رکھتا ہو۔ جس کے مان لینے سے شرک فی الذات یا شرک فی الصفات لازم آئے۔ ذات باری تعالیٰ تو ذات باری تعالیٰ ہے ان تعریفات میں سے کسی کا بھی اختصاص مومن کے ساتھ نہیں ثابت کر سکتے۔

پہلا جملہ جس پر سب سے زیادہ کم پڑھے لکھے چونکتے ہیں وہ ہے کہ رام کے وجود کو پاک وپوتر کہہ دیا۔ میں اپنے مفتیان کرام سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ بتائیں قرآن وحدیث کی رُو سے رام کی حیثیت کیا ہے؟ کافر یا مومن؟ مؤحد یا مشرک؟ جو بھی اختیار کریں، دلیل قطعی سے ثابت کریں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ غیر اللہ کا پرستار یقیناً مشرک ہے تو کیا یہ بھی ضروری ہے کہ جس کی پرستش کی گئی وہ کافر ومشرک ہو؟ اور اسے ناپاک ماننا ضروری ہو؟

تیسرا سوال یہ ہے کہ گنگا وجمنا اور دنیا کے دیگر دریاؤں اور سمندروں کے پانی کو اگر کسی نے پاک وپوتر کہہ دیا تو کیا وہ کافر ہے؟ ارے میرے بھائی! دنیا کے یہ سارے پانی پاک وپوتر ہی نہیں، پاک وپوتر بنانے والے ہیں تاوقتیکہ وہ نجاست سے آلودہ نہ ہوں۔ مٹی کو دیکھیں مٹی صرف پاک وپوتر ہی نہیں ہے بلکہ یہ بھی پاک وپوتر بنانے والی ہے۔ دوسرا جملہ رام کا کیرکٹر اتنا نرالا، پیارا، بے مثال ہے۔ دنیا کا کوئی بھی فقیہ ومفتی مجھے بتائے کہ اس جملہ میں کیا کفر پایا جاتا ہے۔ کسی بھی انسان کے اندر خواہ مومن ہو یا کافر کوئی ایسا وصف پایا جاسکتا ہے۔ جو نرالا، پیارا، بے مثال ہو۔ ہمارے مفتیان کرام فتویٰ دیں کہ اگر زید نے کہا کہ امیتابھ بچن نرالا، پیارا، بے مثال ایکٹر ہے تو کیا زید اپنے اس قول کی وجہ سے کافر ہوگیا؟ یا کہا کہ فلاں شخص ہندوستان کا نرالا، پیارا بے مثال کھلاڑی ہے تو کیا قائل اس کی وجہ سے کافر ومرتد ہوجائے گا؟ حاشا وکلا۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔

ایسے ہی تمام جملوں میں غور فرمالیں کسی بھی جملہ میں کسی ضرورت دینی کا ہرگز انکار نہیں ہے۔ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝٩٥

خلاصۂ بحث

بحث کا حاصل یہ نکلا کہ دیوی، دیوتا اور دیگر معبودان باطل کی تعریف اگر ان کے ذاتی اوصاف وکمالات کی بنا پر بلا اعتقاد معبودیت ہو تو اس میں دو صورتیں ہوں گی۔

اول: وہ مخلوق جس کی پرستش اور عبادت کی جارہی ہے اگر انبیا واولیا سے ہو جیسا کہ حضرات انبیاے کرام واولیاے عظام کو معبود دبنالیا گیا تو ان کی قرار واقعی تعریف وتعظیم نہ یہ کہ صرف جائز ومباح ہوگی بلکہ کار ثواب اور باعث اجر بے حساب ہوگی کیوں کہ ان کے معبود بنائے جانے میں ان کا اپنا کوئی دخل نہیں ہے، سارے گناہ اور سزا کے مستحق ان کے پرستار اور عبادت کرنے والے ہیں۔

دوم: وہ مخلوق جس کی پوجا کی جارہی ہے اگر بت اور شیطان کی جنس سے ہو تو ان کی کوئی واقعی تعریف اگر بلا اعتقاد معبودیت ہو تو کفر نہ ہوگی۔ البتہ حرام وگناہ ضرور ہوگی۔ اس لیے کہ اس میں ایک تو بت اور شیطان کی عظمت ہے، دوسرے ان کے پجاریوں کے ساتھ مشابہت۔ ہذا ماظہر لی فی ہذا الباب والعلم بالحق عند ربی عزوجل۔

اور جب پوری وضاحت کے ساتھ ثابت ہو چکا کہ مذکورہ بالا صورت میں کفر ہرگز متحقق ہی نہیں تو پھر ہمارے کرم فرماوں کی وہ ساری بالا خانیاں پادر ہوا ہوگئیں کہ آدمی کلمہ کفر بکنے کے بعد کفر سے صرف اسی صورت میں بچ سکتا ہے جب کہ حالت اجبار واکراہ ہو ورنہ بہر حال کافر ہو جائے گا۔

میرے پیارے! مسئلہ دائرہ میں اگر کفر متحقق ہوتا تب یہ بحث آسکتی تھی کہ اعظمی صاحب نے حالت اجبار واکراہ میں کفر نہیں بکا ہے بلکہ حالت اختیار میں کہا ہے اس لیے وہ کافر ہو گئے۔ جب مسئلہ دائرہ میں کفر ہی نہیں ہے تو پھر اجبار واختیار کے تعلق سے آپ حضرات کی ساری خامہ فرسائی لغو اور باطل ہوگئی یا نہیں؟

جب شاخ ہی نہ رہی تو پھر آشیانے کی تعمیر کیسے ہوگی۔

ازالۂ شبہات

اب وقت آگیا ہے کہ مسئلہ دائرہ میں جو خلط مبحث ہورہا ہے اس کو دور کیا جائے اور محل نزاع واختلاف کو متعیّن کیا جائے تاکہ ہمارے قارئین کرام بغیر کسی الجھن کے صحیح نتیجہ تک پہونچ سکیں۔

پہلے فتاوی رضویہ سے چند فتاوی کے ضروری مقامات کو نقل کرتا ہوں:

پہلا وہی فتوی جس کا حوالہ بہادرانِ تکفیر نے اپنے ناگپوری فتوی میں دیا ہے۔

سوال: ہم ہمارے ملکی برادروں کے جذبات کو ان کے "دیوتا کی باتوں کو، ان کے پیشواوں کو عزت دیتے ہیں۔ وہ بھی ایسی ہی عزت ہماری طرف رکھیں ایسی بھی امید رکھتے ہیں۔

الجواب: کفار کے مذہبی جذبات اور ان کے دیوتاوں اور پیشواوں کو عزت دینا صریح کلمہ کفر ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۝

عزت تو خاص اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے لیے ہے، مگر منافقوں کو خبر نہیں۔

ان کے دیوتاوں اور پیشواوں اور مذہبی جذبات کا اعزاز درکنار جو ان کے کسی فعل کی تحسین ہی کرے باتفاق ائمہ کافر ہے۔ غمز عیون البصائر میں ہے:

من استحسن فعلا من أفعال الكفار كفر باتفاق المشائخ.

ان لوگوں پر فرض ہے کہ ایسی باتوں سے توبہ کریں، تجدید اسلام کریں، تجدید نکاح کریں۔ (فتاوی رضویہ، ج:۶، ص:۱۲۵)

ایک جگہ فرماتے ہیں: ہولی، دیوالی یہ سب رسوم کفار ہیں۔ مسلمانوں کو ان میں شرکت حرام اور بطور پسند کریں تو صریح کفر۔ من رأى أمر الكفار حسنا فقد كفر. (ج:٦، ص:١٥٣)

ایک **سوال** کے جواب میں ارشاد فرمایا:

الجواب: مسلمان کو دسہرے کی شرکت حرام ہے بلکہ فقہا نے اسے کفر کہا۔ اور اس میں بہ نیت موافقت ہنود ناقوس بجانا بے شک کفر ہے۔ اور معبودان کفار پر پھول چڑھانا کہ ان کا طریقہ عبادت ہے اشد واخبث کفر۔

پھر اگر معبودان کفار کی "جے" ہے تو کفر ہے اور اگر کافروں کی ہے تو فقہائے کرام اسے بھی کفر فرماتے ہیں ـــــــــ

مرتکب کا حکم انھیں احکام سے ظاہر جو مرتکب حرام ہے، مستحق عذاب جہنم ہے۔ اور جو مرتکب کفر فقہی ہے جیسے دسہرے کی شرکت، یا کافروں کی جے بولنا اس پر تجدید اسلام لازم ہے۔ اور اپنی عورت سے تجدید نکاح کرے اور جو قطعا کافر ہو گیا جیسے دسہرے میں بطور مذکور ہنود کے ساتھ ناقوس بجانے یا معبودان کفار پر پھول چڑھانے والا کافر و مرتد ہو گیا۔ اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔ اگر تائب ہو اور اسلام لائے تب بھی عورت کو اختیار ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر لے اور بے توبہ مرجائے تو اسے مسلمانوں کی طرح غسل و کفن دینا حرام، اس کے جنازے کی شرکت حرام، اسے مقابر مسلمین میں دفن کرنا حرام، جنازہ کی نماز پڑھانا حرام۔

(فتاوی رضویہ، ج:٦، ص:١٥٠)

پہلے فتوی کا مطلب یہ ہے کہ سائل ارکان مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے تعلق سے پوچھ رہا ہے کہ اس تنظیم کے ارکان نے ہندوں سے ایک معاہدہ کیا۔ ان معاہدہ کرنے

والوں کے الفاظ یہ تھے ان کا شرعی حکم کیا ہوگا؟

”ہم ہمارے ملکی برادروں کے جذبات کو ان کے دیوتا کی باتوں کو، ان کے پیشواوں کو عزت دیتے ہیں اور وہ بھی ایسی ہی عزت ہماری طرف رکھیں، ایسی بھی امید رکھتے ہیں۔“

مذکورہ بالا جملوں میں ایمان اور کفر کو گڈمڈ کرنے کا ارادہ پایا جاتا ہے۔ اور من تو شدم تو من شدی کا معاملہ ہے کہ ہم مسلمان کفار اور مشرکین کے کفریہ اور شرکیہ معاملات میں ان کا ساتھ دیں اور کفار و مشرکین اپنے دیوتا اور پیشواوں کی جیسی عزت کرتے ہیں ویسی ہی ہم ان کی عزت کریں۔ اور ظاہر بات ہے کہ کفار اپنے دیوتا کی عزت بحیثیت دیوتا کے کرتا ہے۔ انھیں دیوتا مان کر کرتا ہے۔

یہ ہے سوال کا مطلب! ماقبل میں مفصل بحث گزر چکی ہے کہ کفار اور مشرکین کے کفریہ اور شرکیہ فعل کی تحسین کفر ہوگی۔ ذرا چشم بصیرت سے اعلیٰ حضرت کے فتوے میں جو قید مذکور ہے اس پر نظر فرمائیں کہ سائل نے سوال میں ملکی برادروں کے جذبات کو عزت دینے کے بارے میں پوچھا تھا حالاں کہ ملکی برادروں کے دیگر انسانی جذبات جن کا کفر سے تعلق نہ ہو اگر کوئی شخص ان کو عزت دے تو ہرگز کفر نہ ہوگا۔ کفر اس وقت ہوگا جب کفار کے مذہبی، کفری جذبات ہوں تو ان کو عزت دینا بلا شبہہ کفر ہوگا۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت نے اپنے جواب میں مذہبی کی قید کو بڑھایا ہے۔ مگر سیاسی، سماجی، ملکی قسم کے معاملات میں کفار کے جذبات کو عزت دینا کفر نہیں۔

(۲) اعلیٰ حضرت قدس سرہ کفار کے مذہبی جذبات کے عزت دینے کو صریح کلمہ کفر فرما رہے ہیں۔ کلمہ کا صریح کفر ہونا الگ چیز ہے اور قائل کا کافر ہونا الگ چیز، جیسا کہ ماقبل میں اس پر بحث گزر چکی ہے۔ نیز بعض اوقات، بعض کلمات صریح کلمہ کفر ہوتے ہیں پھر بھی قائل کی تکفیر مختلف اسباب کی وجہ سے درست نہیں ہوتی ہے۔

شبہہ فی الکلام، شبہہ فی التکلم، شبہہ فی المتکلّم ان تینوں میں سے کوئی ایک بھی متحقق ہو جائے گا تو وہ مانع تکفیر ہوگا جیسا کہ خدام فقہ پر یہ بات روشن ہے۔

(۳) جن لوگوں کو فقہ وافتا سے ادنی بھی ممارست ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ جہاں پر فقہا یہ بولتے ہیں کہ یہ صریح کلمہ کفر ہے وہاں پر کفر فقہی مراد ہوتا ہے، کفر کلامی مراد نہیں ہوتا۔ اور کفر فقہی میں ہرگز یہ نہیں کہا جاتا کہ قائل کافر و مرتد ہو گیا یا خارج از اسلام ہو گیا۔ بلکہ فقہا کفر فقہی کے مرتکب کو توبہ، تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم دیتے ہیں۔ ہمارے ناظرین اور کرم فرما حضرات اعلی حضرت کا ارشاد ملاحظہ فرمالیں۔ اعلی حضرت نے اس فتوی کے آخر میں یہ حکم ارشاد فرمایا: ”ان لوگوں پر فرض ہے کہ ایسی باتوں سے توبہ کریں، تجدید اسلام کریں، تجدید نکاح کریں۔“

دوسرا فتوی جو ہولی اور دیوالی کے تعلق سے ہے۔ اعلی حضرت قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں: ”مسلمان کو ان میں شرکت حرام اور بطور پسند کریں تو صریح کفر“۔

”ان میں شرکت حرام اور بطور پسند کریں تو صریح کفر“ یہ عبارت اس مدعا پر نص صریح ہے کہ جب کفار کے شرکیہ اور کفریہ افعال کی تحسین اور پسندیدگی ہوگی تبھی کفر ہوگا اور کفار کے وہ افعال اور وہ امور جن کا کفر سے کوئی تعلق نہ ہو تو ان کی تحسین اور پسندیدگی ہرگز ہرگز کفر نہیں۔ لہذا ”من رأى أمر الكفار حسنا فقد كفر“. میں امر مطلق نہیں ہے بلکہ امر مقید ہے۔ ”فقد کفر“ اسی وقت ہو سکتا ہے جب کہ وہ امر امر کفر ہو۔

اعلی حضرت کا تیسرا فتوی جو میں نے نقل کیا ہے اس میں حرام، کفر فقہی اور کفر کلامی تینوں چیزیں پائی جا رہی ہیں۔ اور ان سب کے احکام کو بھی بیان کیا گیا ہے تو اسی مقصد کے لیے میں نے پیش کر دیا تاکہ ہمارے قارئین کرام ان تینوں میں کامل امتیاز کر سکیں اور جو بے چارے کفر فقہی اور کفر کلامی کے احکام میں امتیاز نہیں کر پا رہے ہیں اللہ عزوجل توفیق

بخشے کہ وہ بھی امتیاز کر سکیں اور اس کے مطابق عمل کر سکیں۔

فرماتے ہیں: ''مسلمان کو دسہرے کی شرکت حرام'' بلکہ فقہا نے اسے کفر کہا۔ اور اس میں بہ نیت موافقت ہنود ناقوس بجانا بے شک کفر ہے۔ اور معبودان کفار پر پھول چڑھانا کہ ان کا طریقہ عبادت ہے اشد واخبث کفر ہے''۔

اعلی حضرت ہر ایک کا حکم ارشاد فرمارہے ہیں کہ (۱) جو مرتکب حرام ہے، مستحق عذاب جہنم ہے۔ (۲) اور جو مرتکب کفر فقہی ہے جیسے دسہرے کی شرکت یا کافروں کی جے بولنا اس پر تجدید اسلام لازم ہے۔ اور اپنی عورت سے تجدید نکاح کرے۔ (۳) اور جو قطعا کافر ہو گیا جیسے دسہرے میں بطور مذکور ہنود کے ساتھ ناقوس بجانے یا معبودان کفار پر پھول چڑھانے والا کافر و مرتد ہو گیا، اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔ اگر تائب ہو اور اسلام لائے تب بھی عورت کو اختیار ہے بعد عدت جس سے چاہے نکاح کرے۔

ہمارے قارئین کرام کفر فقہی اور کلامی کے احکام کے درمیان جو بنیادی فرق ہے اس کو اچھی طرح سمجھیں۔ اعلی حضرت قدس سرہ کفر فقہی میں تجدید اسلام اور تجدید نکاح کا حکم دے رہے ہیں۔ لفظ تجدید ببانگ دہل اعلان کر رہا ہے کہ کفر فقہی سے اسلام اور نکاح حقیقتاً ختم نہیں ہوتا بلکہ صرف احتیاطا از سر نو کلمہ پڑھنے اور دوبارہ نکاح کرنے کا حکم دیا جاتا ہے تاکہ جملہ فقہا و متکلّمین کے نزدیک اس شخص کا اپنی بیوی سے تعلق حلال و درست ہو جائے۔ اور اگر ہمارے قارئین کرام پورے تیقظ اور بیدار مغزی کے ساتھ ہمارے مقالے کا مطالعہ فرمارہے ہیں تو ماقبل میں فتاوے رضویہ کے حوالے سے اعلی حضرت کا فیصلہ کن ارشاد نقل کر چکا ہوں، اس جملہ کو دوبارہ ملاحظہ فرمالیں جو کفر التزامی و لزومی کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے۔ ارشاد فرمایا: (کفر لزومی جو کفر فقہی ہوتا ہے) اس کے بارے میں اعلی حضرت فرمارہے ہیں کہ ''تحقیق یہ ہے کہ کفر لزومی حقیقتاً

کفر نہیں بلکہ بدعت و بدمذہبی و ضلالت و گمراہی ہے"۔

اور کفر فقہی میں قائل کو ہرگز یہ نہیں کہا جائے گا کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا یا کافر و مرتد ہو گیا بلکہ یہ دونوں جملے صرف اور صرف جہاں کفر کلامی ہو وہاں بولے جاتے ہیں۔ اسی مقام پر دیکھیں کہ جہاں پر کفر کلامی ہے اس کے لیے اعلی حضرت قدس سرہ "قطعاً کافر ہو گیا" کا لفظ ارشاد فرمارہے ہیں جیسے دسہرے میں ہنود کے ساتھ ناقوس بجانے والا یا معبودان کفار پر پھول چڑھانے والا کافر و مرتد ہو گیا، اس کی عورت نکاح سے نکل گئی۔ کفر کلامی میں انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور بالکلیہ عورت اس کے نکاح سے نکل جاتی ہے۔ عورت بعد عدت جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ اور کفر فقہی میں نکاح میں باقی رہتی ہے شوہر محض احتیاطاً اس سے تجدید نکاح کرتا ہے اور ایسے ہی تجدید اسلام بھی احتیاطاً فرض ہے۔

اب میں اپنے دور کے سب سے بڑے فقیہ فقیہ اعظم ہند حضور شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ رحمۃ الباری کا ایک فتوی قول فیصل کے طور پر پیش کر رہا ہوں، ناظرین کرام اسے بغور ملاحظہ فرمالیں۔ اس فتوے سے بہت ساری غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے گا۔

الجواب

کلمات اور افعال دو قسم کے ہیں ایک وہ جو کفر میں متعیّن ہیں جن میں کوئی پہلو قریب یا بعید اسلام کا نہیں۔ دوسرے جن کا ظاہر کفر۔ اگرچہ کسی تاویل بعید سے وہ کفر نہ ہو۔ جمہور فقہا ثانی صورت پر حکم کفر دیتے ہیں۔ محققین فقہا اور متکلّمین ایسی صورت میں کف لسان کرتے ہیں۔ پہلی صورت میں دونوں فریق کافر کہتے ہیں۔ اسی طرح بعض افعال کے کفر ہونے نہ ہونے میں علما کا اختلاف ہے۔ ایسی صورت میں احتیاطاً توبہ و تجدید ایمان

ونکاح کا حکم دیا جاتا ہے۔اسی طرح جو افعال یا اقوال جمہور فقہا کے نزدیک کفر ہیں ان کے قائل اور مرتکب پر بھی توبہ وتجدید ایمان ونکاح کا حکم ہے۔در مختار میں ہے:

"ومافيه خلاف يو مر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح". اور جس میں اختلاف ہے اس میں بھی توبہ واستغفار اور تجدید نکاح کا حکم دیا جاتا ہے۔

اس کے تحت شامی میں ہے: "احتياطا كما في الفصول العمادية أي يامره المفتي بالتجديد ليكون وطيه وطيا حلالا بالاتفاق. (اور یہ حکم، احتیاطاً ہے جیسا کہ فصول عمادیہ میں ہے، یعنی مفتی اس کو تجدید نکاح کا حکم دے گا تاکہ اس کا اپنی بیوی سے وطی کرنا متفقہ طور پر حلال رہے۔)

اب یہاں بعض علمانے کفار کے مذہبی میلوں میں شرکت کو کفر لکھا ہے۔

عالمگیری میں ہے: "وبخروجه إلى نيروز المجوس والموافقة معهم فيما يفعلون في ذلك اليوم." اور مجوسیوں کے تہوار نوروز میں شریک ہونے اور اس دن کے ان کے مشرکانہ افعال میں ان کی موافقت کرنے کی وجہ سے (مسلمان کافر ہو جاتا ہے)۔

اگر چہ محققین کے نزدیک اس میں تفصیل ہے جیسا کہ اعلی حضرت قدس سرہ کے فتوی سے ہم نے نقل کیا۔ لیکن اتنی بات تو ہے کہ ایک روایت ایسی بھی ہے جس نے بغیر کسی تفصیل کے صرف شرکت کو کفر لکھا۔ نیز ان کے مذہبی میلوں میں شرکت تکثیر سواد ہے اور کفار کے جتھا کو بڑھانا بحکم حدیث کفر۔ جیسا کہ فرمایا گیا: من کثر سواد قوم فهو منهم۔ اگر چہ جب اس کی نیت محض لہو لعب کی ہے تکثیر سواد کی نہیں تو بر بنائے تحقیق کفر نہیں مگر ظاہر حال کے اعتبار سے کفر ہے جس کی موید روایت فقہیہ بھی ہے۔ایسی صورت میں احتیاطا توبہ وتجدید ایمان ونکاح کا حکم ہے۔

اسی کو حضرت مفتی اعظم ہند نے لکھا۔ اس کو یوں سمجھیے کہ مفتی صاحب کے دو قسم کے الفاظ ہوتے ہیں کبھی فرماتے ہیں کافر و مرتد ہو گیا، اسلام سے خارج ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے کفر میں نہ کوئی تاویل ہے نہ کوئی احتمال ہے یہ شخص قطعی کافر ہے ۔ اور کبھی فرماتے ہیں : قائل پر توبہ و تجدید ایمان و نکاح لازم ہے ۔ کبھی فرماتے ہیں اس کو توبہ و تجدید ایمان و نکاح کرنا چاہیے۔ ان دونوں کلمات کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ مفتی نے قائل کو کافر کہا بلکہ بر بنائے احتیاط توبہ و تجدید ایمان و نکاح کا حکم دیا۔ خواہ اس وجہ سے کہ اس کا کفر مختلف فیہ ہے، خواہ اس وجہ سے کہ ظاہر کفر ہے اگر چہ اس میں تاویل بعید واحتمال بعید بھی ہے جس کی بنا پر کفر سے بچ سکتا ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند کے فتوی کا یہ مطلب نہیں کہ انھوں نے کافر کہا بلکہ بر بنائے احتیاط توبہ و تجدید ایمان و نکاح کا حکم دیا۔ واللہ تعالی اعلم

(فتاوی شارح بخاری، جلد دوم، ص:۵۴۵،۴۶)

تنقیدی جائزہ

ابھی تک مسئلہ دائرہ میں چند تحریریں جو دستیاب ہوئیں ان میں کچھ قابل اعتنا فقط دو تحریریں ہیں۔ ایک توناگ پور کے فقہی سیمینار سے جاری کردہ وہ فتوی ہے جسے انٹر نیٹ اور دیگر ذرائع سے ملک اور بیرون ملک میں پھیلایا گیا جس نے اہل سنت کے پورے ماحول کو آتش فشاں بنا دیا۔ اور دوسرا فتوی بہرائچ شریف سے آیا جو ان لوگوں کے زعم وگمان کے مطابق الجامعۃ الاشرفیہ کے فتوی کا رد اور ناگ پوری فتوی کی تائید پر مشتمل ہے۔ اب ذیل میں اختصار کے ساتھ ان دونوں فتووں پر ناظرین کرام ہماری گزارشات ملاحظہ فرمالیں۔ انشاء اللہ حق آفتاب سے زیادہ روشن ہو جائے گا۔

① ہمارے ناظرین کرام پہلے ناگ پوری فتوے کے متن پر ایک نظر دوبارہ ڈال لیں۔

الجواب

کفار کے دیوی، دیوتاؤں کی تعریف کرنا کھلا کفر ہے۔ فتاوی رضویہ مترجم میں ہے۔ کفار کے دیوتاؤں کی تعریف کرنا کفر صریح ہے۔ (ج:۱۴، ص:۶۲۵)

لہذا ایسا شخص دائرہ اسلام سے باہر ہے اس پر توبہ تجدید ایمان اور اگر بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح فرض ہے، اس کو پروگراموں میں بلانا، اس کی تقریر سننا ناجائز وگناہ ہے۔ واللہ تعالی اعلم

اس فتوے میں خیانت اور جہالت دونوں کا امتزاج ہے۔ خیانت یہ ہے کہ حوالہ تو دیا جارہا ہے فتاوی رضویہ کا۔ جلد اور صفحہ نمبر بھی نقل کیا جارہا ہے۔ اور بات کہی جارہی ہے اپنی خود ساختہ، من گڑھت جس کا واقعیت اور نفس الامر سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ فریب نہیں تو کیا ہے؟ ع

قیامت کیوں نہیں آتی الٰہی ماجرا کیا ہے

اہل نظر پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اعلی حضرت قدس سرہ نے فتاوی رضویہ میں فرمایا ہے "صریح کلمہ کفر" جو کفر فقہی ہونے پر روشن دلیل ہے۔ اور ان حضرات نے خیانت کر کے لفظ کلمہ کو اڑا دیا اور "کفر صریح" لکھ دیا تاکہ تکفیر مسلم کی راہ آسان ہو سکے۔ اس خیانت سے بڑی دوسری خیانت یہ ہے کہ اعلی حضرت نے "مذہبی جذبات" فرمایا: "اور کفار کے مذہبی جذبات کو عزت دینا بلا شبہہ کفر ہے" لیکن یہ مذہبی جذبات کو مکمل طور سے گول کر گئے۔ "یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ"۔

اس قطع وبرید اور حذف واضافہ کے بعد بھی سکوت اختیار کیا جاسکتا تھا اگر اعلی حضرت کی عبارت اور فتوی میں منقولہ عبارت دونوں کا مطلب ومفہوم ایک ہوتا مگر یہاں یہ بھی نہیں ہے۔

اعلی حضرت کی عبارت کا مطلب ہمارے قارئین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ کفار کے مذہبی، کفری جذبات اور ان کے دیوتاوں کو عزت دینے کو صریح کلمہ کفر کہا گیا ہے۔ اور کفار کے مذہبی جذبات کی تحسین اور پسندیدگی کے کفر ہونے میں کوئی شبہہ نہیں البتہ کفار کے دیوتا کی تعریف مطلقاً کفر نہیں، اس پر مفصل بحث گزر چکی ہے۔

اور اس میں جہالت اور رسم افتا سے ناآشنائی یہ ہے کہ اعلی حضرت قدس سرہ صریح کلمہ کفر فرمارہے ہیں اور توبہ، تجدید ایمان و نکاح کا حکم دے رہیں ہیں جس کا مطلب ہے کہ یہاں کفر فقہی ہے اور کفر فقہی میں قائل دائرہ ایمان سے خارج نہیں ہوتا اور یہ حضرات اسے دائرہ ایمان سے خارج کرر ہے ہیں یہ کھلی ہوئی جہالت ہے۔ کفر فقہی اور کفر کلامی میں فرق وامتیاز سے بے خبری و ناآشنائی جلوہ گر ہے۔

باشعور، اہل نظر قارئین کرام سے گزارش کروں گا کہ ان بہادرانِ تکفیر سے ذرا معلوم کریں **"کچھ اور بھی گناہ اور گنہ گار ہیں یا نہیں؟ کہ جنھیں پروگراموں میں بلانا، ان کی تقریر سننا ناجائز و گناہ ہے؟**

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفۡعَلُونَ ۝٢

دوسرے کی آنکھ میں تنکا تلاش کرنے والے اپنی آنکھوں کی شہتیر کیوں نہیں دیکھتے؟

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پہ جو نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا
یہ تو ہے دور شکست وریخت اے نازک مزاج
زد پہ شاید ترے شیشے کا مکاں بھی آئے گا

بہرائچ شریف سے جاری ہونے والے فتوی کی حقیقت

اس سے متعلق صرف ایک خیانت اور تین جہالت کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں اور اسلام میں بڑے سے بڑے جرم کو ثابت کرنے کے لیے چار سے زیادہ شاہد کی ضرورت نہیں پڑتی۔

أقول بالله وهو المستعان، بہرائچی تحریر میں خیانت یہ ہے کہ اعلی حضرت قدس سرہ فتاوی رضویہ میں تو یہ تحریر فرما رہے ہیں کہ ''کفار کے مذہبی جذبات اور ان کے دیوتاؤں اور پیشواؤں کو عزت دینا صریح کلمہ کفر ہے۔''

اور بہرائچ کے فتوی میں ہے: ''کتب فقہ وفتاوی میں مصرح ہے کہ کفار کے دیوتاؤں کو عزت دینا اور ان کے لیے ایسے کلمات استعمال کرنا جن سے ان کا اعزاز ظاہر ہو صریح کفر وارتداد ہے''۔

اس پر میری چند گزارشات ہیں:

(۱) یہ حضرات کتاب نہیں ''کتب فقہ وفتاوی'' کی بات کر رہے ہیں صیغہ جمع استعمال کر رہے ہیں، میرا چیلنج ہے کہ کسی ایک کتاب میں صبح قیامت تک نہیں دکھا سکتے کہ کفار کے دیوتاؤں کو عزت دینا صریح کفر وارتداد ہے۔ اور کسی چیز کو دکھایا اس وقت جا سکتا ہے جب وہ شئ موجود ہو۔ اور جو باطل محض ہو اس کا ذکر کوئی جاہل تو کر سکتا ہے فقیہ اور مفتی کی طرف سے اس کا ذکر ہو مستبعد ہی نہیں محال ومتعذر ہے۔

بہرائچی فتوی میں ہے ''صریح کفر وارتداد ہے'' جیسا کہ فتاوی رضویہ مترجم، جلد ۱۴، ص: ۶۲۵ میں ہے: ''کفار کے مذہبی جذبات اور ان کے دیوتاوں اور پیشواوں کو عزت دینا صریح کلمہ کفر ہے''۔

اگر جان بوجھ کر ''فتاوی رضویہ کی عبارت ''صریح کلمہ کفر ہے'' کو ''صریح کفر وارتداد'' سے بدلا ہے تو خیانت ہے۔ اور اگر کم علمی ونافہمی کی وجہ سے بدلا ہے۔ دونوں جملوں میں جو فرق عظیم ہے اس کو نہ سمجھتے ہوئے اور یہی زیادہ قرین قیاس ہے تو سراسر حماقت وسفاہت ہے۔ بار بار گزر چکا ہے کہ فقہائے کرام صریح کلمہ کفر وہاں بولتے ہیں جہاں کفر فقہی ہوتا ہے۔ اور کفر وارتداد اس جگہ لکھتے ہیں جہاں کفر کلامی ہو۔ ع

گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

(۲) بہادروانِ تکفیر کی پوری ٹیم محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی صدر المدرسین وصدر شعبہ افتا الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور پر بہت چہک چہک کر اور چہک چہک کر ان کے فتوی پر معارضہ پیش کرتی ہے کہ مجموعہ ''فتاوی مرکز تربیت افتا، جلد دوم، کتاب السیر، ص:۶۰ میں ہے ''غیر مسلموں کی دیوی، دیوتاؤں کی تعریف کرنا، ان کو عزت دینا ہے۔ مزید برآں زید کے اس شعر ؎

کڑ کڑ میں رام بسے من میں سیتا رام

سے ان کے دیوتاؤں کا اعزاز ظاہر ہے جو صریح کفر ہے۔ اس کی تصدیق فرما چکے ہیں۔

اور اب جب اعظمی صاحب کا معاملہ آیا جس میں رام کی تعریف کی گئی ہے تو الجامعۃ الاشرفیہ سے جاری کردہ فتوی میں رام کی تعریف کے کفر ہونے سے صاف انکار کر دیا۔

اس تعارض اور اشکال کو بہت مسرور ہو کر ناز و ادا سے محقق مسائل جدیدہ پر اعتراض کی شکل میں پیش کر رہے ہیں۔

کلام علما کو سمجھنے کے لیے لیاقت درکار ہے۔ بلاشبہہ دونوں فتوے برحق وصحیح ہیں۔

پہلا فتوی جس میں اس شعر پر تکفیر کی گئی ہے۔ ع

کڑ کڑ میں رام بسے　　　　　　　　من میں سیتارام

یہ شعر بلا شبہہ کفر ہے اور اس کا قائل کافر کیوں کہ اس شعر میں ہندوؤں کا بنیادی کفری عقیدہ کہ کائنات کے ذرے ذرے میں رام سمائے ہوئے اور حلول کیے ہوئے ہیں اور رام کو رام اسی لیے کہتے ہیں کہ رام رمنے سے بنا ہے جس کا معنی سرایت کرنا اور حلول کرنا ہے تو قائل اپنے اس شعر میں ہندوؤں کی طرح رام کو بھگوان کی حیثیت دے رہا ہے۔ لہذا اس شعر کے کفر ہونے میں کیا شبہ؟ اس بنیاد پر محقق مسائل جدیدہ نے قائل کی تکفیر پر تصدیق فرمائی جو یقینا حق و صواب ہے۔

اور رہا اعظمی صاحب کا معاملہ تو انھوں نے ہندی تاریخ میں رام ایک راجا کے بیٹے اور بہادر انسان کی حیثیت سے متعارف ہے۔ بہادری، ظالموں سے جنگ اور اسی طرح کی دوسری خوبیوں کے اعتبار سے اس کی تعریف کی ہے۔ ایسی تعریف ہر گز کفر سے کوئی علاقہ نہیں رکھتی۔ فافهم هذا، الفرق بينهما و لا تزل.

(۳) بہرائچی فتوی میں ایک جگہ ہے: ”یہ کلمات معنی مدح میں صریح و متعیّن ہیں جن سے رام کی عظمت ظاہر ہوتی ہے“۔

دوسری جگہ ہے: ”مگر زید کو احتمال کا فائدہ اس وقت مل سکتا تھا جب اس کے کلام میں کفر کے علاوہ کوئی اور بھی پہلو ہوتا۔ یہاں زید کے کلمات تو کفری معنی میں صریح و متعیّن ہیں“۔

ہمارے باشعور قارئین مذکورہ بالا دونوں اقتباس کو دیکھیں۔ تکفیر مسلم کے نشہ میں یہ مفتیان کرام کس قدر مخمور اور وارفتہ ہوش ہیں کہ کلام زید کو نہ صرف محتمل کفر، بلکہ بہر پہلو حامل کفر اور معنی کفر میں صریح و متعیّن قرار دے رہے ہیں۔ یہ تکفیر مسلم کا بڑھتا ہوا شوق، اور جذبۂ عداوت کا دہکتا ہوا انگارا، جو خدا ترسوں کے لیے قابل تماشا اور

لائق نظّارہ ہے ــــــــــ

مجھے اس مقام پر بہرائچی تحریر کی اس جہالت کی نشان دہی کرنی ہے کہ فتویٰ میں دو جگہ ''صریح و متعیّن'' کا لفظ استعمال کیا۔ اگر ایک جگہ ہوتا تو زلت قلم مانا جاسکتا تھا لیکن دونوں جگہوں پر صریح و متعیّن لکھنا سوائے حد درجہ جہالت کے اور کچھ بھی نہیں۔

صریح کی دو قسمیں ہیں: متبین اور متعیّن۔ اور مقسم کا اپنی جملہ اقسام میں پایا جانا لازم ورنہ مقسم مقسم نہ رہے بیگانہ محض ہوجائے۔ جیسے کلمہ مقسم ہے اور اسم، فعل، حرف اس کی اقسام تو جہاں کہیں ان تینوں میں سے کوئی بھی پایا جائے گا تو مقسم (یعنی کلمہ) کی جلوہ گری ضرور ہوگی تو اگر کوئی اسم و کلمہ، فعل و کلمہ، حرف و کلمہ بولے تو عربی مدارس کا مبتدی طالب علم بھی قائل کو احمق سمجھے گا۔ ٹھیک اسی طرح یہاں بھی معاملہ ہے۔

صریح متبیّن اور **صریح متعیّن** کی بحث اگر جاننا چاہتے ہوں تو فقیہ اعظم ہند حضور شارح بخاری علیہ الرحمہ کی کتاب تحقیقات جلد دوم دیکھیں اور سیدی و مرشدی، آقائے نعمت، دریائے رحمت، تاجدار اہل سنت، سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کا رسالہ مبارکہ ''الموت الاحمر علی کل انحس اکفر'' کا مطالعہ اشد ضروری ہے۔ یہ مبارک رسالہ ایک عظیم علمی شاہکار ہے جس میں انتہائی دقت نظری کے ساتھ کفر فقہی اور کفر کلامی کی معرکۃ الآراء بحث ہے۔ ایسے ایسے رموز و اسرار بیان کیے گئے ہیں جنھیں پڑھ کر اہل علم عش عش کر اٹھتے ہیں ــــــــ سچائی یہ ہے کہ اس کتاب کو صحیح پڑھ کر سمجھنے والوں کی تعداد ہندو پاک کے اندر اقل قلیل ہے۔ بہرائچی فتویٰ لکھنے والے اور مصدقین کا مبلغ علم قبل اظہار خود آشکار ہے۔ ان بے چاروں کے لیے ''الموت الاحمر'' کا پڑھنا اور سمجھنا کارے دشوار ہے پھر بھی اگر سمجھنا چاہتے ہوں تو بکرم سیدی و مرشدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اور استاذ العلما جلالۃ العلم ابو الفیض حضور حافظ

ملت علیہ الرحمہ کی بارگاہ کا فیض یافتہ عبد الحق خان رضوی پڑھانے اور سمجھانے کے لیے تیار ہے ــــــ

تو جن لوگوں کے مبلغ علم کی یہ حالت ہو اور وہ ایمان و کفر اور تکفیر مسلم جیسے پُر پیچ اور پُر خطر مسئلہ میں قلم اٹھائیں تو کیا اس سے یہ اندازہ نہیں ہوتا ہے کہ اب قیامت ضرور قریب ہو گئی ہے۔

ہمارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: إِذَا وُسِّدَ الأَمْرُ إِلَى غَيْرِ أَهْلِهِ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ.

جب نااہلوں کو ایسا منصب دیا جائے جس کے وہ اہل نہ ہوں تو قیامت کا انتظار کرو۔

(۴) فتوی کے اخیر میں زید کو نصیحت کرتے ہوئے اپنے علم و فقہ کے بحر ناپیدا کنار سے ایک در آبدار نکال کر لائے ہیں، فرماتے ہیں: ”اور اگر بالفرض زید کے کلمات شنیعہ کفری معنی میں متعیّن نہ بھی ہوں تب بھی اختلاف علما کے سبب زید کے لیے توبہ و تجدید ایمان اور تجدید نکاح ہی کا حکم ہے۔“

دیکھیے زید کی توبہ کی فکر میں یہ بے چارے گھلے جا رہے ہیں، دن، رات انھیں نیند نہیں آ رہی ہے۔

اے علم و عقل کے مدعیو! ذرا ہوش و حواس کے ساتھ سنو!

ہمارے فقہاے کرام نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کسی قول کے کفر اور عدم کفر ہونے یا نہ ہونے میں اختلاف علما ہو جائے تو ایسی صورت میں بھی قائل کو توبہ کا حکم دیا جائے گا۔ اس کا محمل یہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو اور لکھ رہے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فقہاے متقدمین کے درمیان اگر کسی قول و فعل کے بارے میں اختلاف ہوا ہے، بعض فقہا نے اسے کفر کہا اور بعض نے عدم کفر تو اگر ایسے قول و فعل کا تحقق ہو جو فقہاے

متقدمین کے درمیان مختلف فیہ ہے تو اس صورت میں بھی توبہ کا حکم دیا جائے گا۔

لہذا ثابت ہوا کہ اختلاف علما سے فقہاے متقدمین کا اختلاف مراد ہے نہ کہ نتھو، بدھو، جمن، جمراتی، خیراتی کا اختلاف مراد ہے جن کو علم اور فقہ کی ہوا بھی نہیں لگی ہے بھلا ان کے اختلاف کی شریعت مطہرہ میں کیا وقعت وحیثیت ہوگی؟ فاعتبروا یا أولی الأبصار.

ع دیکھو اسے جو دیدہ عبرت نگاہ ہو

اخیر میں ان تمام سورماؤں سے جو اس جنگ میں بر سر پیکار ہیں اور ملت اسلامیہ کے شیرازہ کو بکھیرنے پر تلے ہوئے ہیں عرض کرنا چاہوں گا کہ بلا شبہہ بزرگوں کی عقیدت و محبت انسان کی نجات اخروی اور خوشنودی الٰہی کا ذریعہ ووسیلہ ہے لیکن یہ حکم بزرگان دین کے لیے ہے نہ کہ بزرگ بننے والوں کے لیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں ان بزرگ بننے والوں کی بے جا محبت وحمایت آخرت میں برا انجام دکھلائے۔ اللہ عزوجل اپنے غضب وقہر سے سب کو محفوظ رکھے۔ دین اور شریعت کے معاملہ میں کسی کی بھی بے جا حمایت سے محفوظ فرمائے. آمین آمین بجاہ حبیبك سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلیہم أجمعین.

گفتار کے اسلوب پہ قابو نہیں رہتا
جب روح کے اندر متلاطم ہوں خیالات

مخالفین کے جتنے اعتراضات تھے وہ سب پادر ہوا ہو گئے صرف ایک اعتراض باقی بچا ہے کہ کفار اور مشرکین کے مذہبی میلوں اور پروگراموں میں شرکت کو فقہاے کرام حرام، حرام، حرام، کفر انجام فرماتے ہیں تو اعظمی صاحب کا رام کتھا میں شریک ہونا کیسے درست ہوگا؟

اس اعتراض کا جواب مجھ سے سنو۔ بلا شبہہ عام مسلمانوں کو کفار کے مذہبی

میلوں اور پروگراموں میں شریک ہونے کا وہی حکم ہے جو ابھی سن چکے۔ لیکن اس حکم سے بعض اشخاص کو شریعت مطہرہ نے مستثنیٰ قرار دیا ہے، جیسا کہ فتاوی رضویہ میں ہے۔ اس استثنائی حکم کو اگر میں فقہ حنفی کی مستند سے مستند کتاب سے بیان کرتا تو بھی یہ جھنڈا بردار گروپ اس میں میم و میخ ضرور نکالتا اور کہتا اس کا مطلب یہ نہیں ہے یہ ہے۔ کیا ہو گیا ہے ان لوگوں کو اور امت مسلمہ کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں؟ یاد رکھو! اسلاف کرام سے خواہ وہ فقہاے کرام ہوں یا محدثین عظام انھیں نفوس قدسیہ کی مساعی جمیلہ سے آج دنیا میں دین باقی ہے۔ اگر ان کو اور ان کی خدمات جلیلہ کو بے وقعت کر دیا گیا تو دین اپنے تسلسل کے ساتھ باقی نہ رہ سکے گا۔ اللہ عزوجل ان حضرات کو سمجھنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

اعلی حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

ہاں! ایک صورت جواز مطلق کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ عالم انھیں ہدایت اور اسلام کی طرف دعوت کے لئے جائے جبکہ اس پر قادر ہو یہ جانا حسن و محمود ہے اگر چہ ان کا مذہبی میلہ ہو ایسا تشریف لے جانا خود حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے بارہا ثابت ہے مشرکین کا موسم بھی اعلان شرک ہوتا لبیک میں کہتے: لا شريك لك الا شريكا هو لك تملكه وماملك.

جب وہ سفہاء لاشریک تک پہونچتے، رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے: "و يلكم قط قط". خرابی ہو تمھارے لئے بس بس یعنی آگے استثنا نہ بڑھاؤ۔ واللہ تعالی اعلم.

(فتاوی رضویہ، نہم، جلد ۲، ص:۱۰۰)

جو عالم دین ہدایت اور تبلیغ دین پر قادر ہو اس کے لیے کفار اور مشرکین کے مذہبی میلے اور پروگراموں میں شریک ہونا نہ یہ کہ صرف جائز و مباح ہے بلکہ مستحسن اور محمود ہے۔

یہ مقام انتہائی عمیق اور گہری نظر کا متقاضی ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کی جو

حالت ہے وہ حالات زمانہ پر نظر رکھنے والے باشعور افراد پر پوشیدہ نہیں ہے۔ گجرات کا فساد، فساد نہیں تھا بلکہ منظم سازش کے تحت مسلمانوں کا قتل عام تھا جس میں تقریبا دس ہزار مسلمان شہید کر ڈالے گئے اور ان کے املاک لوٹ لیے گئے یا برباد کر ڈالے گئے۔ ایسی قیامت خیز اور مشکل گھڑی میں اگر کسی شخص نے کوشش کر کے مسلمانوں کو تحفظ فراہم کرایا ہو اور ان کی جان ومال کی حفاظت کی ہو، ایسی صورت میں وہ اپنے پروگرام میں دعوت دے اور اپنے خیال اور نقطہ نظر پیش کرنے کے لیے کہے اور اس علاقے کے سربرآوردہ سنی مسلمان شرکت پر اس لیے زور دیں کہ مراری باپو نے جو حسن سلوک مسلمانوں کے ساتھ کیا ہے اس کا کچھ بدلہ ہو جائے گا (اور احسان کا بدلہ احسان کے ساتھ دیا جانا باب کرم ومروت سے ہے جیسا کہ شرح اشباہ کے حوالہ سے گزر چکا ہے۔) اور یہ شرکت آئندہ مسلمانوں کی جان ومال کے تحفظ میں معین ومددگار ثابت ہوگی اس غرض سے کوئی عالم دین کفار کے مذہبی پروگرام میں شریک ہو جائے اور اس پروگرام میں جا کر مسلم دشمن اور فرقہ پرست عناصر نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو غلط پروپیگنڈہ کر رکھا ہے اس کا ازالہ کرے اور اسلام کی صحیح تعلیمات کی روشنی میں اس کی وضاحت کرے، اسلام اور مسلمانوں کا دفاع کرے، ہندوں کو آئندہ مسلمانوں کے اوپر ظلم ڈھانے سے روکنے کے لیے کہے کہ اگر تم لوگ اپنے آپ کو رام کا پیروکار کہتے ہو تو رام نے ظلم وزیادتی کے خلاف راون سے جنگ کی تھی نہ کہ رام نے کسی پر ظلم ڈھایا تھا اور اگر کوئی ہندو ظلم ڈھاتا ہے تو وہ رام کے راستے سے ہٹا ہوا ہے۔ دیکھیے خطیب کیسے حکیمانہ انداز میں آئندہ مسلمانوں پر ظلم ڈھانے سے ہندوں کو روک رہا ہے۔ ع

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے است

مذکورہ بالا صورت حال میں کسی عالم دین کا ہندوں کے مذہبی پروگرام میں

شریک ہونے کا صحیح فیصلہ تو ہمارے علمائے ربانیین فرمائیں گے۔

اس خادم کو براہ تفقہ جو بات سمجھ میں آرہی ہے وہ یہ ہے کہ جب عالم دین کو دعوت اسلام اور ہدایت کے لیے ایسے پروگراموں میں شریک ہونا نہ صرف جائز ہے بلکہ مستحسن ومحمود ہے اور ہدایت کے عموم میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو غلط پروپیگنڈہ ہے اس کا ازالہ بھی ہے۔ تو اگر کوئی عالم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کا ازالہ کر سکنے اور ان کی طرف سے دفاع کرنے اور آئندہ مسلمانوں پر ظلم نہ ہونے پائے اس کی جو بھی تدبیر ممکن ہو، کرنے پر قادر ہو تو اس کے لیے شرکت کی اجازت ہونی چاہیے۔ اور عالم کو جن اوصاف کی بنا پر ایسے جلسوں میں شریک ہونا جائز ہے وہ اعظمی صاحب کے اندر پائے جاتے ہیں۔

الحمدللہ بحث مکمل ہوگئی۔

یہاں اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کا ایک فتوی ہدیۂ ناظرین ہے جس پر گہری نظر ڈالنے کے بعد بہت سے امور واضح ہوتے ہیں:

مسئلہ ۲۹۲: از کانپور محلہ فیل خانہ قدیم مرسلہ مولانا مولوی سید محمد آصف صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۸ھ

قبلہ کونین وکعبہ دارین دامت فیوضہم بعد تسلیمات فدویانہ التماس ایں کہ کتاب ارشاد رحمانی تصنیف مولوی محمد علی سابق ناظم ندوہ جن کے بابت ان کے ایک پیر بھائی نے مجھ سے کہا کہ وہ اب سابق افعال وکوشش متعلق ندوہ سے تائب ہوگئے ہیں واللہ تعالی اعلم۔ حالات مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ میں لکھا کہ بخاری شریف کے سبق میں حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پر احمد میاں نے کہا کہ کرشن کے سولہ ہزار گوپیاں تھیں، اسی پر مولانا مرحوم نے فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان تھے اور مصنف نے ان کے بعد لکھا ہے کہ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ کسی

مردے کے کفر پر تاوقتیکہ ثبوت شرعی نہ ہو حکم نہ لگانا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ " لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ " (ہر قوم کے لئے ہادی ہے۔) اس تقدیر پر ہو سکتا ہے کہ رام چندر اور کرشن ولی یا نبی ہوں لہذا افدوی مکلف خدمت فیض درجت ہے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کسی مکتوب وغیرہ میں یہ لکھا ہے اور حضور نے ملاحظہ فرمایا ہے، قول مذکور رام چندر و کرشن مرزا صاحب نے کسی شخص کے خواب کی تعبیر میں فرمایا ہے، یہ بھی اس کتاب میں مرقوم ہے فقط۔

الجواب

مولوی محمد علی صاحب نہ خیالات سابقہ سے تائب ہوئے نہ اس حکایت کی کچھ اصل جو مولانا فضل الرحمن کی طرف منسوب ہوئی، نہ یہ بات جناب مرزا صاحب نے کسی خواب کی تعبیر میں کہی بلکہ کسی خط کے جواب میں ایک مکتوب لکھا ہے، اس میں ہندوؤں کے دین کو محض بربنائے ظن وتخمین دین سماوی گمان کرنے کی ضرور کوشش فرمائی ہے بلکہ معارف ومکاشفات وعلوم عقلی ونقلی میں ان کا ید طولیٰ مانا ہے، بلکہ ان کی بت پرستی کو شرک سے منزہ اور صوفیۂ کرام کے تصور برزخ کے مثل مانا ہے اور بحکم " وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ " (القرآن الکریم ۱۰/ ۴۷) ہر امت کے لئے رسول ہے۔ ہندوستان میں بھی بعثت انبیا ہونا اور ان کے بزرگوں کا مرتبۂ کمال وتکمیل رکھنا لکھا ہے، مگر رام یا کرشن کا نام نہیں بایں ہمہ فرمایا ہے:-

در شان آنہا سکوت اولیٰ ست۔ نہ مارا جزم بکفر و ہلاک اتباع آنہا لازم ست، ونہ یقین بہ نجات آنہا برما واجب۔ ومادۂ حسن ظن متحقق ست۔ (مکتوبات مرزا مظہر از کلمات طیبات مکتوب ۱۴ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۷)

[ان کے بارے میں سکوت اولیٰ ہے ہم پر ان کے کفر اور ان کے اتباع کا ہلاک

ہونا ماننا لازم نہیں اور نہ ان کی نجات پر یقین لازم ہے البتہ حسن ظن متحقق ہے۔]

یہ اس تمام مکتوب کا خلاصہ ہے، ان فقرات کا حال قبل اظہار خود آشکار، اگر یہ مکتوب مرزا صاحب کا ہے اور اگر ان کا بے دلیل فرمانا سند میں پیش کیا جاسکتا ہے تو ان سے بدرجہا اقدم واعلم حضرت زبدۃ العارفین سیدنا میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سبع سنابل شریف میں کہ بارگاہ رسالت میں پیش اور سرکار کو مقبول ہو چکی [ص ۱۷۰ میں] فرماتے ہیں: مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری رادر ماہ ربیع الاول بجہت عرس رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام از دہ جا استدعا آمد کہ بعد از نماز پیشیں حاضر شوند ہر دہ استدعا قبول کردند حاضراں پر سید ندائے مخدوم ہر دہ استدعا قبول فرمودید ہر جا بعد از نماز پیشیں حاضر باید شد چگونہ میسر خواہد آمد، فرمود کشن کہ کافر بود چند صد جا حاضر می شد اگر ابوالفتح دہ جا حاضر شود چہ عجب۔

(سبع سنابل حکایت مخدوم شیخ ابوالفتح جونپوری مکتبہ قادریہ لاہور ص ۱۷۰)

[مخدوم شیخ ابوالفتح جون پوری کو ماہ ربیع الاول میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے میلاد مبارک میں دس مقامات سے دعوت شرکت دی گئی کہ نماز ظہر کے بعد تشریف لائیں، آپ نے تمام کی استدعا قبول کرلی، حاضرین نے آپ سے پوچھا اے مخدوم ما آپ نے دسوں دعوتیں قبول فرمالیں تو ہر جگہ بعد از نماز ظہر جانا کیسے ہوگا؟ فرمایا: کشن جو کافر تھا وہ کئی سو جگہ حاضر ہوتا ہے اگر ابوالفتح دس جگہ حاضر ہو تو کیا عجب!]

بات یہ ہے کہ نبوت و رسالت میں اوہام و تخمین کو دخل حاصل نہیں

اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسَالَتَہٗ (اللہ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں رکھنا ہے۔ ت) اللہ و رسول نے جن کو تفصیلاً نبی بتایا ہم ان پر تفصیلاً ایمان لائے، اور باقی تمام انبیاء اللہ پر اجمالاً "وَ لِکُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوۡلٌ" (القرآن الکریم ۱۰/ ۴۷)

(ہر امت کے لئے رسول ہے۔ت) اسے مستلزم نہیں کہ ہر رسول کو ہم جانیں یا نہ جانیں تو خواہی نخواہی اندھے کی لاٹھی سے ٹٹولیں کہ شاید یہ ہو شاید یہ ہو، کاہے کے لئے ٹٹولنا اور کاہے کے لئے شاید،

آمنا باللہ ورسلہ (ہم اللہ تعالی اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔)

ہزاروں امتوں کا ہمیں نام ومقام تک معلوم نہیں

وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ (اور ان کے بیچ میں بہت سی سنگتیں ہیں۔ت)

قرآن عظیم یا حدیث کریم میں رام وکرشن کا ذکر تک نہیں۔ان کے نفس وجود پر سوائے تواتر ہنود ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقع میں کچھ اشخاص تھے بھی یا محض انیاب اغوال ورجال بوستان خیال کی طرح اوہام تراشیدہ ہیں، تواتر ہنود اگر حجت نہیں تو ان کا وجود ہی ناثابت اور اگر حجت ہے تو اسی تواتر سے ان کا فسق وفجور ولہو ولعب ثابت، پھر کیا معنی کہ وجود کے لیے تواتر ہنود مقبول اور احوال کے لیے مردود مانا جائے اور انھیں کامل ومکمل بلکہ ظناً معاذاللہ انبیا رسل جانا مانا جائے۔واللہ تعالی اعلم

گذارش

اس فتوی کے تعلق سے غلط فہمی یہ پھیلائی جارہی ہے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے رام کو کفر وشرک سے منزہ اور ہندوؤں کے دین کو دین سماوی کہا ہے اور ہندوستان میں بعثت انبیا ہونا اور ان کے بزرگوں کا مرتبہ کمال وتکمیل رکھنا لکھا ہے۔وغیرہ وغیرہ

پھر بھی اعلی حضرت قدس سرہ نے ان کی تکفیر نہیں فرمائی؟

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب کے کلام میں شبہ فی التکلم ہونے

کی وجہ سے تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے۔ شبہہ فی التکلم کا مطلب ہوتا ہے کہ قائل کی طرف جس قول کفری کی نسبت کی جارہی ہے وہ مشتبہ اور مشکوک ہے اور یہ بھی مانع تکفیر ہے اور شبہہ فی التکلم ہونے کی دلیل اعلی حضرت قدس سرہ کا یہ ارشاد ہے، فرماتے ہیں: ''اگر یہ مکتوب مرزا صاحب کا ہے''۔

اپنے اس مقالے کے اختتام پر بنظر خیر خواہیٔ اسلام و مسلمین ایک مختصر، جامع فتوی نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں تاکہ ہمارے مسلمان بھائی جہاں تک ہو سکے کفار کے مذہبی میلوں اور پرگراموں میں شرکت سے بچیں۔

مسئلہ ۴۳: مرسلہ حافظ عبدالمجید خاں حنفی از قصبہ بالکہ ضلع بلند شہر ۵ صفر ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اہل ہنود میں کم زیادہ ایک ہفتہ تک شام سے آدھی رات تک یا بعد تک ایسی مجلس ہوتی رہے کہ جس میں رام و لچھمن و راون و سیتا وغیرہ عورت و مرد کے قسم قسم کی تصویریں دکھائی جائیں اور ساتھ ہی ان کے طرح طرح کا باجا بجا کر بھجن وغیرہ گانا گایا جائے اور ان تصویروں کو نعوذ باللہ معبود حقیقی سمجھیں اور ہر طرح کے فحش ولغویات پیدا ہوتے ہوں تو ایسی مجلسوں میں ان مسلمانوں کو جو ازروئے تحقیق مذہب اسلام ایسی تقاریب کی برائیوں سے بھی فی الجملہ واقف ہوں اور نمازی بھی ہوں شریک مجلس ہونا اور دلچسپی حظ نفس اٹھانا و بعض بعض شبیہ ناپاک پر نظر ڈالنا و بعض شبیہ عورات پر شہوت کی نظر ڈالنا اور مثل عقائد باطلہ اہل ہنود تعریف و توصیف سوانگ و تماشہ میں بتالیف قلوب مشرکین تائید یا ہوں ہاں کرنا اور عشاء و فجر کی نمازیں بایں نمط کہ عشاء بمصروفی تماشہ و فجر کی نماز غلبہ نیند سے قضا کرنا و باعتراض بعض مانعین یہ کہنا کہ ہم تو حق و باطل میں امتیاز ہو جانے کی غرض سے شامل ہوتے ہیں اور ایسی ہی بے سود تاویلات کرنا اور زینت مجلس کے

واسطے اپنے گھروں سے جاجم ودیگر فرش وچوکیات وپارچہ وزیورات دینا اور بوقت اختتام جلسہ اپنی نام آوری یا فخریا شخصیت یا اہل ہنود میں اپنی وقعت ہونے یا بصورت نہ دینے کے اپنی ذلت وحقارت جان کر ہمراہ اہل ہنود روپیہ روپیہ دینا بالخصوص وہ مسلمان جو کسی مسافر مسکین کو باوجود مقدرت آنہ دو آنہ نہ دے سکتے ہوں اور اس مجلس کی شیرینی جو بنام نہاد پرشاد تقسیم ہوتی ہے کھانا تو ایسے مسلمانوں کے واسطے ازروئے احکام شرع شریف کیا کیا حکم ہے صاف صاف مع عبارت قرآن مجید وحدیث شریف وفقہ مبارک جداگانہ ہر امور مستفسرہ صدر کا جواب مفصل ارقام فرمائیں اللہ تعالیٰ اجر دے گا۔ فقط والسلام علی ختم الکلام (کلام کے اختتام پر سلام ہو۔ت) (یعنی آپ کو الوداعی سلام ہو)۔

الجواب

ایسے لوگ فساق، فجار، مرتکب کبائر، مستحق عذاب نار وغضب جبار ہیں، مسلمان کو حکم ہے راہ چلتا ہوا گزرے تو جلد نکل جائے کہ وہ محل لعنت ہے نہ کہ خاص ان کی عبادت کی جگہ، جس وقت وہ غیر خدا کو پوج رہے ہوں قطعاً اس وقت لعنت اترتی ہے اور بلاشبہ اس میں تماشائیوں کا بھی حصہ ہے۔ یہ اس وقت ہے کہ محض تماشا مقصود ہو اور اسی غرض سے نقد واسباب دے کر اعانت کی جاتی ہو اور اگر ان افعالِ ملعونہ کو اچھا جانا یا ان تصاویر باطلہ کو وقعت کی نگاہ سے دیکھا یا ان کے کسی حکم کفر پر ہوں ہاں کہا جیسا کہ سوال میں مذکور، جب تو صریح کفر ہے۔

غمز العیون میں ہے: من استحسن فعلا من افعال الکفار کفر باتفاق المشائخ. جس شخص نے کافروں کے افعال میں سے کسی فعل کو اچھا سمجھا تو مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ بلاشک وشبہ کافر ہو گیا ہے۔

(غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر والردۃ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵)

ان لوگوں کو اگر اسلام عزیز ہے اور یہ جانتے ہیں کہ قیامت کبھی آئے گی اور واحد قہار کے حضور جانا ہو گا تو ان پر فرض ہے کہ توبہ کریں اور ایسی ناپاک مجلسوں سے دور بھاگیں، نئے سرے سے کلمہ اسلام اور اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں ورنہ عذاب الٰہی کے منتظر رہیں۔

قال اللہ تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۪ وَّ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۲۰۸﴾ اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ، اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، کیونکہ وہ انسان کا کھلا اور واضح دشمن ہے۔

(فتاوی رضویہ، نہم، ج:۲، ص:۱۳۸، ۱۳۷)

ایک اہم فتوی جس سے بہت سے شکوک و شبہات زائل ہو جائیں گے اور ارشادات فقہا کے صحیح مفاہیم کی تعیین میں معین و مددگار ہو گا، افادۂ عام کے تحت پیش کیا جا رہا ہے۔ قارئین کرام بغور اس کو پڑھیں ——

تشبّہ بالغیر شعارِ کفّار وغیرہ

مسئلہ ۲۲۸ : از پیلی بھیت محلّہ محمد واصل مرسلہ مولوی محمد وصی احمد صاحب سورتی ۲۴ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دھوتی لباس ہند ہے یا کہ خاص ہنود کا لباس ہے، ایک عالم صاحب کہتے ہیں کہ دھوتی لباس ہنود ہے اور بموجب من تشبّہ بقوم فھو منھم، جو کوئی کسی قوم سے

مشابہت اختیار کرے گا تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔ت) کے جو مسلمان دھوتی پہنے وہ ہندو ہے اور نماز روزہ وغیرہ کوئی عمل صالح اس کا مقبول نہیں مسلمانوں کو دھوتی پہننے والے کے ساتھ مناکحت ونشست برخاست کھانا پینا کھلانا پلانا صاحب سلامت سب منع ہے بلکہ دھوتی پہننے والا السلام علیک کرے تو اس کے سلام کا جواب بھی نہ دے، پس دھوتی پہننے والے کے ساتھ وہی برتاؤ چاہئے جیسا کہ عالم صاحب کہتے ہیں یا کہ مسلمانوں کا سا، اس بارہ میں جو حکم شریعت ہو ارشاد فرمایا جائے۔ بیّنوا توجروا (بیان فرمائیے اجر پائیے۔ت)

سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳)

الجواب

أقول: وبالله التوفيق (میں اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے کہتا ہوں۔ت)
اس جنس مسائل میں حق تحقیق وتحقیق حق یہ ہے کہ تشبہ دو وجہ پر ہے: التزامی ولزومی۔ التزامی یہ ہے کہ یہ شخص کسی قوم کے طرز ووضع خاص اسی قصد سے اختیار کرے کہ ان کی سی صورت بنائے ان سے مشابہت حاصل کرے حقیقۃً تشبہ اسی کا نام ہے فان معنى القصد والتكلف ملحوظ فيه كما لا يخفى (اس لئے کہ قصد اور تکلف کے مفہوم کا اس میں لحاظ رکھا گیا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت) اور لزومی یہ کہ اس کا قصد تو مشابہت کا نہیں مگر وہ وضع اس قوم کا شعار خاص ہو رہی ہے کہ خواہی نخواہی مشابہت پیدا ہوگی، التزامی میں قصد کی تین صورتیں ہیں:

اول یہ کہ اس قوم کو محبوب ومرضی جان کر اُن سے مشابہت پسند کرے یہ بات اگر مبتدع کے ساتھ ہو بدعت اور کفّار کے ساتھ معاذاللہ کفر، حدیث

من تشبه بقوم فهو منهم. (جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے تو وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔ت) حقیقۃً صرف اسی صورت سے خاص ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب اللباس باب لبس الشہرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۳)

غمز العیون والبصائر میں ہے:

اتفق مشائخنا ان من رأی امرالکفار حسنا فقد کفر حتّٰی قالوا فی رجل قال ترك الكلام عند اكل الطعام حسن من المجوس اوترك المضاجعة عندهم حال الحيض حسن فهو كافر.

ہمارے مشائخ کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ جو کوئی کافروں کے کسی کام کو اچھا سمجھے تو وہ بلاشبہہ کافر ہو جاتا ہے یہاں تک کہ انہوں نے فرمایا کہ جو کوئی کھانا کھاتے وقت باتیں نہ کرنے کو اور حالت حیض میں عورت کے پاس نہ لیٹنے کو مجوسیوں اور آتش پرستوں کی اچھی عادت کہے تو وہ کافر ہے۔(ت)

(غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر الفن الثانی کتاب السیر باب الردۃ، ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۲۹۵)

دوم کسی غرض مقبول کی ضرورت سے اسے اختیار کرے وہاں اس وضع کی شناعت اور اس غرض کی ضرورت کا موازنہ ہوگا اگر ضرورت غالب ہو تو بقدر ضرورت کا وقت ضرورت یہ تشبیہ کفر کیا معنی ممنوع بھی نہ ہوگا جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی کہ بعض فتوحات میں منقول رومیوں کے لباس پہن کر بھیس بدل کر کام فرمایا اور اس ذریعہ سے کفار اشرار کی بھاری جماعتوں پر باذن اللہ غلبہ پایا اسی طرح سلطان مرحوم صلاح الدین یوسف انار اللہ تعالیٰ برہانہ کے زمانے میں جبکہ تمام کفار یورپ نے سخت شورش مچائی

تھی دو عالموں نے پادریوں کی وضع بنا کر دورہ کیا اور اس آتش تعصب کو بجھا دیا۔

خلاصہ میں ہے:

لوشد الزنار على وسطه ودخل دارالحرب لتخليص الاسارى لايكفر ولودخل لاجل التجارة يكفر ذكره القاضى الامام ابوجعفر الاستروشنى.

اگر کوئی شخص اپنی کمر میں زُنّار باندھے اور قیدیوں کو چھڑانے کے لئے دار حرب میں داخل ہو تو کافر نہیں ہوگا اور اگر اس مدت میں تجارت کے لئے جائے تو کافر ہو جائے گا۔ امام ابو جعفر استروشنی نے اس کو ذکر کیا ہے۔ (ت)

(خلاصۃ الفتاوی کتاب الفاظ الکفر الفصل الثانی المجلس السادس مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۳۸۷/۴)

ملتقط میں ہے:

إذا شد الزنار او اخذ الغل اولبس قلنسوة المجوس جادا اوهازلا يكفر الا اذا فعل خديعة فى الحرب.

جب کسی شخص نے زُنّار باندھا یا طوق لیا یا آتش پرستوں کی ٹوپی پہنی خواہ سنجیدگی کے ساتھ یا ہنسی مذاق کے طور پر تو کافر ہو گیا، مگر جنگ میں (دشمن کو مغالطے میں ڈالنے کے لئے) بطور تدبیر ایسا کرے تو کافر نہ ہوگا۔ (ت)

(منح الروض الازہر بحوالہ الملتقط فصل فی الکفر صریحاً و کنایۃً مصطفیٰ البابی مصر ص ۱۸۵)

منح الروض میں ہے:

إن أشد المسلم الزنار ودخل دارالحرب للتجارة كفراى لانه تلبس بلباس كفر من غير ضرورة شديدة و لافائده مترتبة بخلاف من لبسها لتخليص الاسارى على ماتقدم.

اگر مسلمان زنّار باندھ کر دار الکفر میں کاروبار کیلئے جائے توکافر ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے بغیر کسی شدید مجبوری کے اور بغیر کسی ترتب فائدہ کے لباس کفر پہنا (جو اس کے لئے روانہ تھا) بخلاف اس شخص کے جس نے قیدیوں کو آزاد کرانے کے لئے لباس کفر (برائے حیلہ) استعمال کیا، جیساکہ پہلے ذکر ہوا (ت)
(منح الروض الازہر علی الفقہ الاکبر، فصل فی الکفر صریحاً وکنایۃً مصطفیٰ البابی مصر ص۱۸۵)

سوم نہ تو انہیں اچھا جانتا ہے نہ کوئی ضرورت شرعیہ اس پر حامل ہے بلکہ کسی نفع دنیوی کے لئے یایوہیں بطور ہزل واستہزاء اس کا مرتکب ہوا توحرام وممنوع ہونے میں شک نہیں اور اگر وہ وضع ان کفار کا مذہبی دینی شعار ہے جیسے زنّار، قشقہ، چُٹیا، چلیپا، تو علماء نے اس صورت میں بھی حکم کفر دیا کما سمعت اٰنفا (جیساکہ تم نے ابھی سنا۔ت) اور فی الواقع صورت استہزاء میں حکم کفر ظاہر ہے کما لایخفی (جیساکہ پوشیدہ نہیں۔ت) اور لزومی میں بھی حکم ممانعت ہے جبکہ اکراہ وغیرہ مجبوریاں نہ ہوں جیسے انگریزی منڈا، انگریزی ٹوپی، جاکٹ، پتلون، اُلٹاپردہ، اگرچہ یہ چیزیں کفار کی مذہبی نہیں مگر آخر شعار ہیں تو ان سے بچنا واجب اور ارتکاب گناہ۔ وللہذا علماء نے فساق کی وضع کے کپڑے موزے سے ممانعت فرمائی۔

فتاوٰی خانیہ میں ہے:

الاسکاف اوالخیاط اذا استوجر علی خیاطة شیئ من زی الفساق و یعطی له فی ذٰلك کثیراجر لایستحب له ان یعمل لانه اعانة علی المعصیة.

موچی یادرزی فسّاق وفجّار کی وضع کے مطابق معمول سے زیادہ اُجرت

پر لباس تیار کرے تو اس کے لئے یہ کام مستحب نہیں اس لئے کہ یہ گناہ پر امداد واعانت ہے۔ (ت)

(فتاوٰی قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۴/ ۷۸۰)

مگر اس کے تحقق کو اس زمان ومکان میں ان کا شعار خاص ہونا قطعاً ضرور جس سے وہ پہچانے جاتے ہوں اور ان میں اور ان کے غیر میں مشترک نہ ہو ورنہ لزوم کا کیا محل، ہاں وہ بات فی نفسہٖ شرعاً مذموم ہوئی تو اس وجہ سے ممنوع یا مکروہ رہے گی نہ کہ تشبّہ کی راہ سے،

امام قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں دربارہ طیلسان کہ پوشش یہود تھی فرماتے ہیں: اما ماذکرہ ابن اقیم من قصۃ الیھود فقال الحافظ ابن حجر انما یصح الاستدلال بہ فی الوقت الذی تکون الطیالسۃ من شعارھم وقد ارتفع ذٰلك فی ھذہ الازمنۃ فصار داخلا فی عموم المباح وقد ذکرہ ابن عبدالسلام رحمہ اللہ تعالٰی فی امثلۃ البدعۃ المباحۃ.

رہا یہ کہ جو کچھ حافظ ابن قیم نے یہودیوں کا واقعہ بیان کیا ہے تو اس بارے میں حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ استدلال اس وقت درست تھا جبکہ مذکورہ چادر اُن کا (مذہبی) شعار ہوا کرتی تھی لیکن اس دَور میں یہ چیز ختم ہو رہی ہے لہٰذا اب یہ عموم مباح میں داخل ہے، چنانچہ علامہ ابن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بدعت مباح کی مثالوں میں ذکر فرمایا ہے۔ (ت)

(المواہب اللدنیۃ النوع الثانی اللباس لبس الطیلسان المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۵۰)

امام اجل فقیہ النفس فخر الملۃ والدین قاضی خاں پھر امام محمد محمد ابن الحاج حلبی حلیہ شرح منیہ فصل مکروہات الصلوٰۃ پھر علامہ زین بن نجیم مصری

بحر الرائق پھر علامہ محمد بن علی دمشقی در مختار میں فرماتے ہیں: التشبہ باھل الکتاب لایکرہ فی کل شیئ فانا ناکل ونشرب کما یفعلون ان الحرام التشبہ بھم فیما کان مذموما اوفیما یقصد بہ التشبہ. ہر چیز میں اہل کتاب سے مشابہت مکروہ نہیں جیسے کھانے پینے وغیرہ کے طور طریقے میں کوئی کراہت نہیں۔ ان سے تشبہ ان کاموں میں حرام ہے جومذموم یعنی برے ہیں یا جن میں مشابہت کاارادہ کیاجائے۔ (ت)

(درمختار کتاب الصلوٰۃ باب مایفسد الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۰)

علامہ علی قاری منح الروض میں فرماتے ہیں:

انا ممنوعون من التشبیہ بالکفرۃ واھل البدعۃ المنکرۃ فی شعارھم لامنھیون عن کل بدعۃ ولوکانت مباحۃ سواء کانت من افعال اھل السنۃ اومن افعال الکفر واھل البدعۃ فالمدار علی الشعار.

ہمیں کافروں اور منکر بدعات کے مرتکب لوگوں کے شعار کی مشابہت سے منع کیاگیاہے ہاں اگر وہ بدعت جو مباح کادرجہ رکھتی ہو اس سے نہیں روکاگیا خواہ وہ اہل سنت کے افعال ہوں یا کفار اوراہل بدعت کے۔ لہٰذا مدارِکار شعار ہونے پر ہے۔ (ت)

(۳؎ منح الروض الازھر علی الفقہ الاکبر، فصل فی الکفر صریحاً مصطفی البابی مصر ص ۱۸۵)

فتاوٰی عالمگیری میں محیط سے ہے:

قال ھشام فی نوادرہ ورأیت علی ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی نعلین محفوفین بمسامیر الحدید فقلت لہ اتری بھٰذا الحدید بأسا قال لافقلت لہ ان سفین و ثور بن یزید کرھا ذٰلک لانہ تشبہ بالرھبان

فقال ابو یوسف رحمه الله تعالٰی کان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یلبس النعال التی لها شعور وانها من لباس الرهبان.الخ

ہشام نے نوادر میں فرمایا میں نے امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کو ایسے جوتے پہنے ہوئے دیکھا جن کے چاروں طرف لوہے کی کیلیں لگی ہوئی تھیں، میں نے عرض کی، کیاآپ اس لوہے سے کوئی حرج سمجھتے ہیں؟ توفرمایا کہ نہیں، میں نے عرض کی لیکن سفیان اور ثور بن یزید تو انہیں پسند نہیں فرماتے کیونکہ ان میں عیسائی راہبوں سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے جوتے پہنتے تھے جن کے بال ہوتے تھے حالانکہ یہ بھی عیسائی راہبوں کالباس تھاالخ۔(ت)

(فتاوٰی ہندیۃ کتاب الکراہیۃ الباب التاسع نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۳۳)

اس تحقیق سے روشن ہوگیا کہ تشبُّہ وہی ممنوع و مکروہ ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یاوہ شے ان بدمذہبوں کاشعار خاص یافی نفسہ شرعاً کوئی حرج رکھتی ہو، بغیر ان صورتوں کے ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔ اب مسئلہ مسئولہ کی طرف، چلئے دھوتی باندھنے والے مسلمانوں کایہ قصد تو ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ کافروں کی سی صورت بنائیں، نہ مدعی نے اس پر بنائے کلام کی بلکہ مطلقاً دھوتی باندھنے کو ان سخت شدید اختراعی احکام کامورد قرار دیا نہ زنہار قلب پر حکم روا نہ بدگمانی جائز۔ قال الله تعالٰی: وَ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا۝ ۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا: ان باتوں کے پیچھے نہ پڑو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔ بے شک کان، آنکھ اور دل کے متعلق (بروز قیامت) پوچھاجائے گا۔(ت) (القرآن الکریم ۱۷/ ۳۶)

اور فی نفسہٖ دھوتی کی حالت کو دیکھا جائے تو اس کی اپنی ذات میں کوئی حرج شرعی بھی نہیں بلکہ ساتر مامور بہ کے افراد سے ہے اصل سنت ولباس پاک عرب یعنی تہبند سے صرف لٹکتا چھوڑنے اور پیچھے گھرس لینے کا فرق رکھتی ہے اس میں کسی امر شرعی کا خلاف نہیں تو دو وجہ ممانعت تو قطعاً منتفی ہیں۔ رہا خاص شعار کفار ہونا، وہ بھی باطل۔ بنگالہ وغیرہ پورب کے عام شہروں میں تمام سکان ہندو مسلمان سب کا یہی لباس ہے۔ یوہیں سب اضلاع ہند کے دیہات میں ہندو مسلمین یہی وضع رکھتے ہیں۔ رہے وسط ہند کے شہری لوگ، ان میں بھی فنائے شہر اور خود شہر کے اہل حرفہ وغیرہم جنہیں کم قوم کہا جاتا ہے بعض ہر وقت اور بعض اپنے کاموں ضرورتوں کی حالت میں دھوتی باندھتے ہیں۔

ہاں یہاں کے معزز شہریوں میں اس کا رواج نہیں مگر اس کا حاصل اس قدر کہ اپنی تہذیب کے خلاف جانتے ہیں نہ یہ کہ جو باندھے اسے فعل کفر کا مرتکب سمجھیں تو غایت یہ کہ ان اضلاع کے شہری وجاہت دار آدمی کو گھر سے باہر اس کا باندھنا مکروہ ہوگا کہ بلاوجہ شرعی عرف وعادت قوم سے خروج بھی سبب شہرت وباعث کراہت ہے۔ علامہ قاضی عیاض مالکی، امام اجل ابوزکریا نووی شافعی شارحان صحیح مسلم پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی شارح طریقہ محمدیہ فرماتے ہیں: خروجه عن العادة شهرة ومكروه. عادت اور عرف کی خلاف ورزی مکروہ اور باعث شہرت ہے (ت)

(۱) الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن اعظامہ الخ عبدالتواب اکیڈمی بوہڑ گیٹ ملتان ۲/ ۴۴)

اور اگر وہاں کے مسلمان اسے لباس کفار سمجھتے ہوں تو احتراز مؤکد ہے، حرج پیچھے گھرسنے میں ہے، ورنہ تہ بند تو عین سنت ہے۔ اس سے زائد کچھ

لفّاظیاں شخص مذکور نے کہیں محض بے اصل و باطل اور حلیہ صدق و صواب سے عاطل ہیں، بالفرض اگر دھوتی باندھنا مطلّقاً ممنوع بھی ہوتا تاہم اس میں اُتنا وبال نہ تھا جو شرع مطہر پر دانستہ افترا کرنے میں۔

والعیاذباللہ تعالی، نسئل اللہ ھدایۃ سبیل الرشاد والعصمۃ عن طریق الزیغ والفساد، اٰمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم. اوراللہ تعالیٰ کی پناہ، ہم اللہ تعالیٰ سے راہ راست کی رہنمائی چاہتے ہیں اور کجی اور فساد کی راہ سے اے اللہ! حفاظت چاہتے ہیں، یا اللہ میری دعا قبول فرما، اللہ تعالیٰ پاک و برتر بڑا عالم ہے (ت)

(فتاوی رضویہ، نہم، ج:۱، ص:۹۰-۹۲)

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

میں اپنے جملہ یارانِ نکتہ داں کو دعوت عام دیتا ہوں کہ اگر میری تحریر کی برکت سے اللہ عزوجل آپ حضرات کو اپنے غلط فتوے سے توبہ و رجوع کی توفیق مرحمت فرمادے تو ہم سب کے لیے بے پناہ مسرت و شادمانی ہوگی ——————

اور اگر اس تحریر کے بعد بھی قدیم ضد پر اڑے رہے تو آپ حضرات پر فرض اور قرض ہے کہ ثابت کریں کہ درج بالا تقریر کے کس جملے میں کس ضرورت دینی کا انکار ہے جس کی وجہ سے کفر ثابت ہو رہا ہے ؟؟؟

اور کہے دیتا ہوں کہ کبھی نہیں ثابت کر پائیں گے:

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

ضروری تنبیہ

خطیب کی تقریر جو استفتا میں درج نہ تھی مگر اس میں قابل گرفت اور ناروا الفاظ تھے۔ جو حد کفر سے دور تھے، ان پر مفتی اشرفیہ نے زبانی حکم دیا کہ ان سب باتوں اور اعمال سے توبہ ورجوع لازم ہے۔ اور مجمع عام میں خطیب نے اپنی اس تقریر کے تعلق سے کہ جو بھی باتیں خلاف شرع ہیں ان سے اور اپنی زندگی کے جملہ گناہ صغائر وکبائر سے عرس حافظ ملت میں شریک ہزاروں علما و مشائخ اور حاضرین جلسہ کو گواہ بنا کر بارگاہ الٰہی میں توبہ کرلی——

اب سوال یہ ہے کہ قائل پر جب حکم کفر عائد نہ ہوا، حکم گناہ عائد ہوا، اس پر مفتی صاحب کی ہدایت کے مطابق اس نے ایک عظیم مجمعے کے سامنے کھلی توبہ بھی کرلی——اور آئندہ احتیاط واجتناب کا پکا وعدہ بھی کرلیا اور مسلمانوں پر مسلمان بھائی کی توبہ قبول کرنی واجب ہے۔ اللہ عزوجل خود اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں سے درگزر فرماتا ہے۔ قرآن عظیم میں ہے: وَ هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ یَعْفُوْا عَنِ السَّیِّاٰتِ۔

اللہ ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں کو معاف کرتا ہے۔

اور فرماتا ہے: اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ۔

کیا انھیں خبر نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے——

ان سب کے باوجود کچھ لوگوں کا پیہم تکفیری مشن کو جاری رکھنا سوائے شر انگیزی کے کیا ہے؟؟؟

بارگاہ الٰہی میں انتہائی عجز وانکساری کے ساتھ دست بدعا ہوں کہ اے میرے

مولیٰ موجودہ تکفیری و تفضیلی فتنہ سے امت مسلمہ کو محفوظ فرمادے، آمین ــــــــــ

اعلی حضرت عرض کرتے ہیں:

حسد سے ان کے سینے پاک کردے کہ بدتر دق سے بھی یہ سل ہے یاغوث
غذائے دق یہی خوں، استخواں، گوشت یہ آتش دین کی آکل ہے یا غوث
عدو بد دین مذہب والے حاسد تو ہی تنہا کا زور دل ہے یا غوث
رضا کا خاتمہ بالخیر ہوگا تری رحمت اگر شامل ہے یا غوث

بارگاہ غوثیت میں اسی استغاثہ کہ ساتھ اپنا مقالہ ختم کررہاہوں۔

اللهم تقبل مني إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم. وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وآله وأصحابه أجمعين برحمتك يا أرحم الراحمين.

عبدالحق رضوی
استاذ الجامعۃ الاشرفیہ
مبارک پور، اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا

۱۴؍ مئی ۲۰۱۵ء بروز جمعرات
۲۴؍ رجب المرجب ۱۴۳۶ھ